شاعری

جوہری فکشن

وحید اختر واحدؔ

فِشَن ذرات کا ہجرِ حقیقی پیر سائیں
فیوژن وصل روحِ ذرہ و رحمان مرشد

جوہری فکشن

جوہری فکشن

وحید اختر واحدؔ

الاشراق

لاہور

اہتمامِ اشاعت :

عدنان خالد

ضابطہ

کتاب کا نام	جوہری فکشن
شاعر	وحید اختر واحدؔ
مطبع	مدر لینڈ پرنٹرز، لاہور
سرِ ورق	وحید اختر واحدؔ
تزئین و اہتمام	عدنان خالد/ خاقان خالد
سالِ اشاعت	ستمبر ۲۰۲۱ء
تعداد	پانچ سو
قیمت	آٹھ سو روپے

ملنے کا پتہ

الاشراق، وہاب مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

فون نمبر: 0331-8402017

انتساب

سائرہ کے نام

کہ اپنی فطری، نفسیاتی، جسمانی، روحانی؛

ہر لطافت، ہر کثافت کے باوجود اس کا حصہ ہوں!

چند شہد آلود بول شکریہ کے

ان تمام احباب واسطے جو زندگی کے کسی نہ کسی سفر پر سنگِ میل ہوئے۔ وہ خاص الخاص جن کا فیض آج بھی کسی نہ کسی صورت میری ذات پر نچھاور ہے:

حقیقی و رضاعی والدین، بہن، بھائی، اساتذہ کرام، خاص کر استادِ محترم عبداللہ مرحوم، استادِ محترم محفوظ احمد مرحوم، استادِ محترم خضر حیات گوندل، محترم امجد اسلام امجد جن سے اکلوتی ملاقات حاصلِ زیست ہے، استادِ محترم خالد علیم صاحب کہ ''جوہری فکشن'' کی طباعت سے پہلے انھوں نے ہاتھ تھام کر راستے پر واپس ڈالا اور ٹیلیفونک گفتگو اور ای میلز کے ذریعے مسودے کے تصحیح طلب مقامات میں آسانیاں پیدا کیں؛ محترم صفدر ہمدانی جنھوں نے ہمیشہ انگلی پکڑ کر راہ چلائی، محترم مسعود منور؛ اندر باہر نور والے، محترم محمد نور آسی، محترم پیر ظفر کاظمی، محترم محمد افتخار الحق، محترم محمد ندیم بھابھہ، محترم رحمان حفیظ، محترم افضال نوید، محترم ناصر خاں ناصر، بڑے بھائی مانند ناصر علی اور توقیر عباس، دل کی دھڑکن سے زیادہ قریب شاہد خیالوی، محترم واجد امیر، محترم قاری صادق جمیل، محترم عامر فراز، محترم علی بٹ، محترم نوید ملک، جناب خواجہ عمار صامت، محترم غلام ربانی، مرشدی سالک صدیقی (محمد احمد القادری) اور-------- دیگر

ترتیب

غزلیں

نظمیں

تاثرات

☼

اک سحر ہے جو پڑھنے سننے والوں پر ایسا طاری ہوتا ہے کہ پھر ٹوٹتا ہی نہیں، وجد بن کر وجود میں لہرانے لگتا ہے۔ اک وجد ہے جو اپنے دلفریب رنگوں کے بھید بھاؤ میں ساری روح کو بھگو کر ایسا معطر، تر و تازہ اور رنگدار بنا دیتا ہے کہ گل ہائے رشکِ چمن بھی دیکھ پائیں تو شرمائیں۔

ان اشعار سے دردِ دل کی انوکھی اور عجب، تیز لپٹ و مہک اٹھتی ہے کہ جیسے ارمانوں کی ہر کسک، تڑپ، حسرت، خوشی و بے تابی نے چوتھی کی دلہن کی طرح مفاہیم کے انوکھے، چوکھے ورنگارنگ پھولوں کے گہنے پہن لیے ہوں اور رنگ و روپ کی اس چکاچوند سے انسانی عقل دنگ ہو کر رہ جائے۔

جناب وحید اختر واحدؔ صاحب کی دلفریب غزلیں پڑھ کر کچھ دیر تو یہ سمجھ ہی نہیں آتی کہ لمحہ بہ لمحہ، لحظہ بہ لحظہ دل کی بدلتی وارداتوں، گھاتوں، جذبات، کیفیات اور خیالات کو موم کی طرح پگھلا کر ایسی دلفریب و من موہنی شاعری میں ڈھال لینے کے ان کے باکمال عجب فن کو اپنا سلام جھک کر پیش کیا جائے یا محترم دوست کے سنہری رشحاتِ قلم پر دل وار کر ان نشیلے، چھیل چھبیلے، اچھوتے، دلفریب اور انوکھے اشعار پر سر دھنتے ہوئے قلم توڑ کر رطب اللسان ہوا جائے؟ ان کا بےنظیر قلم کہیں کاٹ دار نشتر بن جاتا ہے تو کہیں دودھاری دار قندھاری تلوار، کہیں ”خارِ وطن سنبل و ریحان خوشتر“ سے بھی زیادہ خوش تر اور تر و تازہ نازک سا لہجہ لیے بلبلِ نغمہ سنجِ رواں و بیاں ہوتا ہے کہ دل مٹھی میں جکڑ لیتا ہے۔

محترم وحید اختر واحدؔ صاحب کی طرح دار، شاندار غزل اک نئی بانکی تِرچھی ادا سے انگڑائی لے کر اک نئی آن بان و شان کے زیورِ معنی و ملبوسِ فاخرہ سے آراستہ و پیراستہ ہو کر اک نئے اندازِ دلبری سے جلوہ آرائے بزمِ ادب ہوتی ہے تو دلوں پر چھریاں چلنے لگتی ہیں۔

فصاحت، بلاغت، تاثیرِ زباں، روزمرہ، محاورہ، تعقید، لفظی و معنوی تراکیب، بندش، چستی، نشستِ الفاظ، روانی، سلاست، موزونیت؛ متروکات اور جملہ ظاہری و باطنی عیوب و محاسن سے مکمل پاک ان کا کلام گویا یوں برآمد ہوا ہے جیسے کالے بادلوں کے جھرمٹ سے خود پر اتراتا ہوا ماہِ کامل۔۔۔

خاکسار محترم دوست وحید اختر واحدؔ صاحب کو ان کے دلفریب مجموعۂ کلام کے زیورِ طبع سے آراستہ و پیراستہ ہو کر اس کی عظیم الشان شانِ نزول پر ڈھیروں دلی مبارکباد اور دعائیں پیش کرتا ہے۔

ناصر خان ناصرؔ

امریکہ

☼

اردو غزل کو فرسودگی سے بچانے کے لیے ماضی میں متعدد کوششیں کی جاتی رہی ہیں۔ ان میں کچھ مساعی تو جدید ادبی تنقیدی تھوریز کے تناظر میں کی گئیں اور کچھ کی بنیاد بدلتی ہوئی لسانی ضروریات تھیں۔ رئیس فروغ، ظفر اقبال اور کئی دوسرے شعرا تو پہلے ہی درجنوں انگریزی الفاظ کو شعری زبان میں کھپا کر دکھا چکے ہیں، ان کے اتباع میں یہ کام اب بھی کسی نہ کسی شاعر کے ہاں دیکھنے کو مل جاتا ہے۔ کچھ عرصہ قبل منصور آفاق کا ایسا ہی ایک مکمل شعری مجموعہ منظرِ عام پر آیا تھا۔

اب یہی کام وحید اختر واحدؔ نے ایک نئے سلیقے سے کرنے کی کاوش کی ہے۔ وہ یوں کہ ان کے کلام میں استعمال ہونے والے مذکورہ الفاظ کی بنیادی اہمیت محض یہ نہیں ہے کہ وہ انگریزی یا دیگر زبانوں سے آئے ہیں، بلکہ ان میں سے زیادہ تر سائنسی خاص طور پر طبیعیاتی، سائبر تکنیکیاتی حتیٰ کہ فلسفہ اور کئی دوسرے جدید علوم کی اصطلاحات ہیں جن کے غزل میں در آنے سے شعر کو نئے سے نئے سماجی اور کائناتی موضوعات یا ان کی نئی جہات میسر آ گئی ہیں۔ چند سال پہلے واحدؔ کے اس کام نے اپنی ابتدائی شکل ہی میں مجھے چونکا دیا تھا اور میں نے اسے حوصلہ شکنی کرنے والے عناصر کی پروا نہ کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ اس وقت اس کی مشق کم تھی اور مطالعے کی کمی تو شاید اب بھی ہو۔ میری رائے یہ تھی کہ کسی بھی تجربے کے لیے کوالیفائی کرنے کے لیے بنیادی شعری ضروریات کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے چنانچہ واحدؔ نے گزشتہ چار پانچ سال میں شاعری کو خاصا وقت دیا اور اب ان کا کلام اس صورت میں آ چکا ہے کہ اہلِ علم و فن اسے پڑھیں اور اس پر رائے دیں، اور خاص طور پر اس کلام کی منفرد خوشبو کو محسوس کریں۔ یہ اردو شاعری کے مستقبل کی بہتری کی

جانب کی جانے والی ایک کاوش ہے، ایک معقول تجربہ ہے۔ سب تجربات کامیاب بھی نہیں ہوتے لیکن مجھے اس کے مستقبل سے بہت اچھی امیدیں ہیں۔

رحمان حفیظ

اسلام آباد

☼

جذبات الفاظ کے ابدان مانگتے ہیں اور ابدان لباس۔ شاعری میں صرف دوسری زبانوں کے الفاظ استعمال کر کے انفرادی اسلوب کا نعرہ بلند کرنا مناسب نہیں۔ بات تب بنتی ہے جب شاعری غیر مانوس الفاظ اور خیالات کے امتزاج سے اس طرح متشکل ہو کہ برسوں کی قرابت کی مہک آئے۔ لفظ اور احساس کی تطبیق کے ساتھ ساتھ تخلیق اور تجربات کا انسلاک بہت ضروری ہے ورنہ انفرادیت کی دہلیز پر قدم رکھنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ انفرادیت ہی وہ مقام ہے جہاں پہنچنے کے لیے کئی سنجیدہ شعرا فکری اور فنی سطح پر اپنی قلمی کاوشوں کے حلیے عمر بھر بناتے اور سنوارتے رہتے ہیں، تب جا کر موضوعات غیر روایتی انداز میں قارئین کے اذہان پر ثبت ہوتے ہیں۔ وحید اختر واحدؔ کا نام ان شعرا کی فہرست میں شامل کیا جا سکتا ہے جو اس سفر میں کامیابی سے قدم بڑھا رہے ہیں۔ میں انھیں ایک عرصے سے جانتا ہوں اور ان کی تخلیقات نظر سے گزرتی رہتی ہیں۔ ادبی دنیا میں کچھ منفرد کرنے کے جنون نے انھیں ہمیشہ اضطراب میں رکھا اور آخرِ کار یہ ایسی تخلیقات سامنے لے کر آئے جو معاصر ادب میں نئے راستے اجالنے میں اہم کردار ادا کریں گی۔ ان کی تخلیقی کاوشوں کے دائرے بالکل الگ ہیں جو ایسی فضا قائم کرتے ہیں جو سانس سانس تحیر تعمیر کرتے ہیں۔

واحدؔ کا شعر دیکھیے اور حیرت کے سمندر میں غوطہ لگائیے:

آنکھ میں مشاق آبی جوکروں کا انتظام   ہم ہی سرکس کے مجدد، ہم ہی سرکس کے امام

نوید ملک

اسلام آباد

11 اگست 2021ء

بسم اللہ

(ایک ان کنونیشنل دیباچہ)

''اوئے پت، دیباچہ تو لَو لیٹر ہوتا ہے، لَو لیٹر۔۔۔ لکھاری کا قاری کے نام۔۔۔ پریم پَتّر۔۔۔ کیا سمجھے؟''

یہ میرے مرشد بابا جی کی آواز تھی، جو میرے اندر کے کسی گوشے سے پھوٹی تھی۔

''اور تو چاہتا ہے کہ کوئی دوسرا تیرے نام سے پریم پتر لکھے؟ نا بھئی، ہم نے تو سیانوں میں ایسا ہوتے کبھی نہیں دیکھا، آگے تیری مرضی۔''

بابا جی واحدؔ اندرونی۔۔۔ اور میں وحید اختر واحدؔ بیرونی۔

واحدؔ اندرونی میری ذات کا داخلی پہلو اور میں اس کا دنیادار چہرہ۔

ہم دو تضادات تھے جو ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم تھے۔ ایک دوسرے کی لازمی ضد، دو مخلوط ستارے جو ایک دوسرے کا طواف تو کرتے ہیں مگر ملتے کبھی نہیں، اور اگر مل جائیں تو فقط تباہی!

''دیباچے کو چھوڑ، یہ بتا کبھی تو نے کسی ولی الاصلی کو دیکھا ہے؟''، اندر سے بابا جی کی آواز آئی۔ ''کبھی دیکھا ہے کہ کیسے ایک سچا ولی خاموشی سے دنیا میں آتا ہے، خاموشی سے اپنا کام کرتا ہے اور اسی خاموشی سے دنیا سے چلا جاتا ہے۔۔۔ اور یہ دنیا؟ یہ دنیا اسی خاموشی سے اس کا فیض پاتی رہتی ہے، لیکن فیض کے سرچشمے کا نام کبھی نہیں بتاتی۔۔۔ گویا اس کا حق مارتی رہتی ہے۔''

میں نے نفی میں سر ہلایا تو بابا جی اندرونی بولے، ''چل پھر آج بات نعمت علی فوٹو گرافر سے شروع کرتے ہیں۔''

''کون نعمت علی؟ وہی الحمرا ادبی بیٹھک اور حلقہ اربابِ ذوق لاہور کا کیمرے والا سائیں؟''

بابا جی اندرونی مسکرائے اور کہنے لگے، ''ہاں وہی کیمرے والا سائیں، جس کے کیمرے نے تیس سال سے زائد اردو ادب کی خدمت کی۔''

’’دیکھ اللہ کا ولی کیسی خاموشی سے چلا گیا، اللہ نے جیسے روح کھینچ کیمرے* میں ہاتھ ڈال کر تصویر نکال لی ہو! اناللہ وانا الیہ راجعون۔‘‘

’’سارا روٹی کا چکر ہے، پیٹ کا دھندہ ہے بابا جی!‘‘

’’ اردو کے ادبی سلسلوں کا سب سے بڑا تصویری ذخیرہ فراہم کرنے والا شخص، تو اسے پیٹ کا دھندہ کہہ رہا ہے؟ تو بھی تو کسی دور میں ادبی بیٹھک اور حلقے سے منسلک رہا ہے، تیرے پاس اس دور کی کتنی تصاویر ہیں؟‘‘

’’تین یا چار تصاویر ہیں۔‘‘

’’اور؟‘‘، بابا جی نے چبھتی نظروں سے مجھے دیکھا۔

’’وہ چاروں نعمت علی کی عطا ہیں۔‘‘

’’او پُت! تیرے اوپر وہ چاروں تصاویر قرض ہیں، نعمت علی کا قرض۔‘‘

’’وہ جہاں تھا، اشرافیہ سے قریب تر، اگر وہ چاہتا تو کسی ایک سے بھی تعلقات استوار کرتا، ادبی بیٹھک اور حلقے کو خیر آباد کہتا، فوٹو گرافی کی دنیا فتح کرتا ہوا زرخیز ہو جاتا۔۔۔ لیکن کیسے؟ کیسے؟ وہ تو ولایت کے لیے چنا ہوا تھا، اس نے ادبی بیٹھک اور حلقہ سے اتنا ہی کمایا جتنی اس کی ضرورت تھی، نا کم، نا زیادہ! کماتا بھی کس لیے ایک تو ولی، پھر لاولد، رب سوہنا جس کو چاہے قناعت عطا فرماتا ہے۔‘‘

’’ اردو ادب کے تصاویری سلسلے کو یتیم کر گیا۔۔۔ اس نے ترکے میں اردو ادب کے لیے لاکھوں تصاویر چھوڑی ہیں جنہیں جمع کر کے کتاب مرتب ہونا چاہیئے، کتاب، جو اردو ادب کی تصویری کہانی بیان کرے۔‘‘

’’اسے تو شاید گنیز بک میں بھی جگہ مل جائے۔‘‘، بابا جی کہتے جا رہے تھے، ’’لیکن یہ باتیں تجھ سے اوپر کے لیول کی ہیں، تجھے خاک سمجھ آئیں۔۔۔‘‘

ہم دونوں کچھ دیر کے لیے خاموش ہو گئے۔

---

* آغاز میں نعمت علی بھاٹی گیٹ داتا صاحب کے باہر جہازی سائز کے قدیم کیمرہ سے فوٹو گرافی کرتے تھے۔ اس کیمرے میں ہاتھ ڈال کے تصویر نکالی جاتی تھی، اسی مناسبت سے وہ اسے ازراہِ مذاق روح کھینچ کیمرہ کہتے تھے۔ (واجد امیر کی یادداشت سے)

''تو نے کبھی شور سے لذت کشید کی ہے؟''

''میں سمجھا نہیں بابا جی۔''

''انسان کے اندر اکیلا پن ہو تو شور بھی موسیقی بن جاتا ہے۔''

''جو شور سے آشنا نہیں ہوا، اس کی خدا تلاش ادھوری، شور مچا۔۔۔ اپنے اندر اتنا شور مچا کہ وہ باہر سنائی دے، خدا خود چل کر اس موسیقی سے لطف اٹھانے آئے گا۔'' یہ کہہ کر بابا جی معانی خیز نظروں سے میری طرف دیکھنے لگے۔

''لیکن بابا جی لطف کشید کرنا بہت سبجیکٹو سی چیز ہے، بہت نجی اور انفرادی معاملہ ہے۔ جس چیز کا علم یا احساس نہیں اس سے کوئی بھلا کیا لطف اٹھائے؟ لطف تو علم کی کیفیت ہے۔''

''تو نے بٹر فلائے نیبولا دیکھی ہے؟''، میں نے ہاں میں سر ہلایا تو وہ پھر گویا ہوئے، ''ستارہ پھٹ کر کتنا خوبصورت ہو جاتا ہے! وہ اپنے اندر کے شور سے مکمل طور پر لطف کشید کر چکا ہوتا ہے۔''، بابا جی مجھے الجھن میں چھوڑ کر چل دیے۔

''او پتر!''، کچھ دیر بعد ان کی آواز اندر کے کسی اور گوشے سے ابھری، ''او پتر! غور کیا کر۔۔۔ تیری ذات تیرا غارِ حرا ہے، یہاں جو روشنی اترتی ہے نا وہ کائنات کی سب سے پاک، سب سے خالص روشنی ہے۔''

ماحول پر کچھ دیر خاموشی کا راج ہے۔

''اچھا، غور کر۔۔۔ یہ دائرہ کیا ہے؟''، کچھ توقف کے بعد بابا جی بولے، ''دائرہ گیان ہے، دھیان ہے، دائرہ گمان ہے، دائرہ زبان ہے، دائرہ ہی بیان ہے۔''

''میں سمجھا نہیں۔''

''ابے او جھلے، زبان ہی سے بیان ہے اور بیان ہی سے زبان۔''، بابا جی مسکراتے ہوئے بولے، ''دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ زبان و بیان کے بے شمار دائرے ہیں جو اہلِ زبان کے گرداگرد کھچتے چلے گئے ہیں۔ جو زبان، بیان نہیں وہ لغت کے قبرستان میں مدفون ہے اور جو بیان روزمرہ نہیں وہ مصری فراعین کی ممّی مثال حنوط! لوگوں کو ڈرانا ہو تو لغت میں حنوط کو کلام کر لو!''

''پت! متکلم اور زبان ایسے ہیں جیسے دو روحیں۔''، بابا جی کہتے چلے گئے، ''جوں جوں دو روحیں قریب آتی جاتی ہیں، انکے دائرے بھی قریب آتے جاتے ہیں، پھر ایک دوسرے میں ضم

ہونا شروع ہو جاتے ہیں، من و تو مٹ جاتا ہے اور اکائی باقی رہ جاتی ہے۔۔۔اکائی زبان، اکائی بیان۔۔۔اکائی حق ھو!''

''ان دائروں میں علاقائی لہجوں اور تلفظات کی حقیقت کیا ہوئی؟''، میں نے کچھ سمجھتے اور کچھ نا سمجھتے ہوئے سوال کیا۔

''یہ میرے اور تیرے لیول سے اوپر کی باتیں ہیں۔اس گتھی کو سلجھانے کے لیے اللہ نے ہر دور میں چنیدہ لوگ مقرر کر رکھے ہیں۔''، بابا جی نے جواب دیا،''اللہ سائیں کا احسان ہے اردو پر۔تیرا کام ہے ادب تخلیق کرنا!''

''اعلی درجے کا ادب تب ہی تخلیق پاتا ہے جب تخلیق کار زبان و بیان کے دائرے سمیٹتا ہوا خود اکائی بن جائے۔''

''تجھے معلوم ہے کہ تجربہ کب جنم لیتا ہے؟''، بابا جی نے مجھ سے سوال کیا۔مجھے خاموش دیکھ کر خود ہی کہنے لگے،''ہر تخلیق کار کے گرد بیسیوں دائرے ہوتے ہیں۔یہ تمام دائرے اسکا کمفرٹ زون ہیں۔۔۔تجربہ تب ہی جنم لیتا جب ایک تخلیق کار جرح و تنقید یا کسی بھی قسم کے زمانی و مکانی خوف سے آزاد اپنے کمفرٹ زون کو روندتا ہوا تمام دائروں سے باہر نکل جاتا ہے۔''

''خوف تخلیق کار کا دشمن ہے،اس سے نکل،تجربات کر۔۔۔بے دھڑک، ڈنکے کی چوٹ پر تجربات کر، اپنا فرض پورا کر اور باقی۔۔۔۔حق ھو۔''اوپر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بابا جی خاموش ہو گئے۔

''بابا جی!''، خاموشی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے میں نے بات کو آگے بڑھایا،''اس حساب سے دیکھا جائے تو ہر شخص کے اندر اور باہر دائرے ہی دائرے ہیں۔''

''بالکل،انسان کیا ہے؟ انسان دائرے ہی تو ہے۔بے شمار دائرے!''، بابا جی کچھ سوچتے ہوئے بولے،''الٰہی دائرہ، دائرہِ مادری، دائرہِ پدری، بہن، بھائی، استاد، دوست، یہ سب دائرے ہی تو ہیں جو انسان کو گھیر کر اسے تکمیل دیتے ہیں۔دو انسانوں کا قرب، انکے دائروں کو قریب لے آتا ہے یہاں تک کہ وہ ایک دوسرے کو اوورلیپ کرنے لگتے ہیں، من و تو مٹ جاتا ہے اور اکائی باقی رہ جاتی ہے۔۔۔اکائی حق ھو!''

بابا جی نے چھڑی سے میرے اندر کی ریت پر دو دائرے بنا ڈالے۔
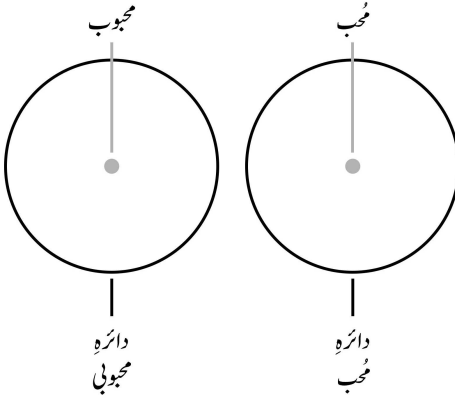
”یہ دیکھ، دو الگ الگ اکائیاں ۔۔۔اکائی ۔۔۔ جیسے، رب سوہنا اور بندہ عاجز ۔۔۔ اکائی ، جیسے میاں بیوی ، عاشق و معشوق ، محب و محبوب ۔۔۔ان دونوں کا تعلق ، انکی پرائیویٹ سپیس ، دائرے ۔۔۔ ، جیسے جیسے انکی روحیں قریب آتی ہیں ، انکے دائرے ایک دوسرے کو نگلنے لگتے ہیں ۔۔۔ اوورلیپ کرنے لگتے ہیں ۔۔۔ اوورلیپنگ دائرے ، جیسے ایک نئی اکائی بنانے کی کوشش ۔“ ، بابا جی کہے چلے جارہے تھے ۔ انکی چھڑی مسلسل چل رہی تھی اور ریت پر نئے نقش بنا رہی تھی ۔
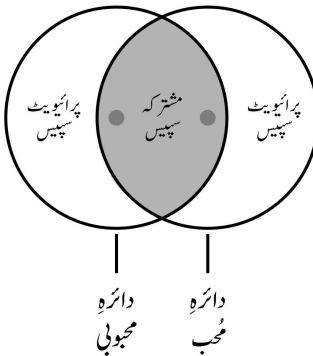
’’پھر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ دونوں دائرے قریب قریب ایک ہو جاتے ہیں، اکائی بن جاتے ہیں۔‘‘، بابا جی نے چھڑی سے ریت پر ایک نئی شکل بنا دی، ’’اکائی! جب سب مشترکہ ہوتا ہے اور جو کچھ بھی پرائیویٹ ہوتا ہے، وہ فنا ہو جاتا ہے۔ اکائی، جیسے ہیر رانجھا اکائی!۔۔۔ اکائی، حق ھُو!۔۔۔ اکائی! اکائی نہایت خطرناک صورتِ حال، جہاں دونوں کے دائرے ایک دوسرے میں قریب قریب مکمل سما چکے ہوں، ادھر توازن بگڑا، ادھر اکائی فنا، دائرے نیست و نابود! حق ھُو!‘‘
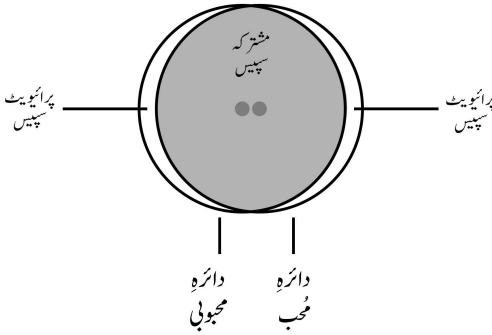
ابھی میں ان سب پر غور ہی کر رہا تھا کہ بابا جی کی آواز سنائی دی!

’’Hostile عشق، کبھی سنا ہے اس بارے؟‘‘

’’Hostile عشق جب دو روحیں قریب تو آجائیں لیکن انکے دائرے توازن میں نا ہوں۔ یہ دیکھ Hostile عشق میں بگڑے توازن کی دو صورتیں، جہاں دائرے ایک دوسرے کو مکمل طور پر نگل چکے ہیں۔ اللہ ھُو۔۔۔‘‘
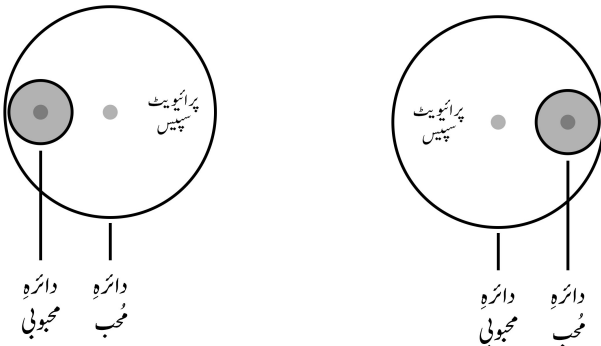
’’ اللہ اکبر!Hostile عشق صرف باری تعالیٰ کی زیبا!‘‘

’’ بابا جی! ہیر رانجھا بھی تو اکائی بن چکے تھے، مطلب مکمل توازن۔‘‘

’’ لیکن کیدو کی شکل میں برادری اور سماج کا دائرہ اس اکائی کو نگل گیا، فنا کر دیا سب کچھ!‘‘، یہ کہہ کر بابا جی استغفر اللہ کا ورد کرنے لگے۔
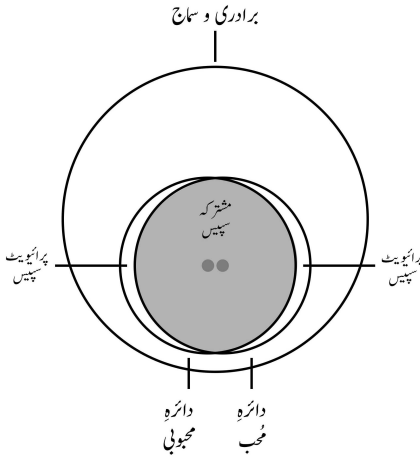
خاموشی، گہری خاموشی۔۔۔ نا جانے اس سکوت میں کتنے زمانے بیت گئے، میرے سیاہ بالوں میں چاندی اترتی چلی گئی!

اور۔۔۔ میری آنکھوں کے دائرے، جنہیں ایک سفید جھلی آہستہ آہستہ اپنے آغوش میں لے رہی تھی۔ شاید عزرائیل کے پروں کی پرچھائیں آنکھوں میں اترتی چلی جا رہی تھی!

’’ دائروں سے یاد آیا!‘‘، بابا جی اندرونی نے بالآخر زمانوں بعد سکوت توڑتے ہوئے کہا، ’’ جوہری فِکشن کے دائروں کا کیا ہوا؟‘‘

’’ جوہری فِکشن کے دائرے؟ میں سمجھا نہیں‘‘

’’ او میرے جھلے پُت، ہر کتاب کے اندر کئی دائرے ہوتے ہیں، کتاب کے مواد کی درجہ بندی، کتاب کے دائرے! تجھے معلوم بھی ہے کہ کتاب کا قلب کیا ہے؟ تخلیق کار کا وژن ہی تو کتاب کا قلب ہے۔۔۔ وژن دل ہوتا ہے کتاب کا، او جھلے پُت! کتاب اپنے قلب کے گرداگرد

دائروں کی صورت میں استوار ہوتی ہے، بالکل ایسے جیسے جوہر یا ایٹم کے دائرے!''

''ان میں سے جو دائرہ قلب کے قریب ترین ہوتا ہے، وہ کتاب کا مغز ہوتا ہے۔ وہاں کتاب اپنے پورے جوبن اور معیار کے ساتھ جلوہ گر ہوتی ہے۔ ایسے جیسے خدا عرش پر جلوہ گر ہے اور تمام عالم اسکے گرداگرد تماشا! جیسے جیسے دائرے مرکز سے دور ہوتے جاتے ہیں، کتاب کا اپنے وژن سے رابطہ کمزور ہوتا جاتا ہے، حتیٰ کہ انتہائی دائرے، مرکز سے رابطہ کھو کر بکھرنے لگتے ہیں۔''

''تو نے جوہری فِکشن کے دائرے ترتیب دیے یا نہیں؟''، بابا جی گویا میری خاموشی کو سمجھ گئے، ''کوئی بات نہیں، آج ہم مل کر یہ کام نپٹا لیتے ہیں۔''، یہ کہہ کر بابا جی کہیں سے ڈھونڈ ڈھانڈ کر سٹیشنری اٹھا لائے، ''جا! لے آ اپنا شاعری کا پلندہ۔''

''پلندہ کیا بابا جی، یہی کوئی سو سے کچھ اوپر کے قریب غزلیات ہیں، کچھ نظمیں ہیں، قطعات اور اکائی اشعار وغیرہ۔ بے شمار غزلیات میں پہلے ہی تلف کر چکا ہوں، کہ تعداد پر معیار کو ترجیح ہے!''، یہ کہتے ہوئے میں نے کتاب کا جمع شدہ مواد انکے سامنے رکھ دیا۔

'' بہت اچھا کیا، خس کم جہاں پاک۔'' بابا جی مسکراتے ہوئے کچھ سوچنے لگے، ''یعنی کتاب کے چار حصے بنے، حصہ غزل، حصہ نظم، قطعات اور اکائی اشعار۔ اس مشق کے لیے ہم صرف حصہ غزل سے بیس تیس غزلوں پر فوکس کریں گے۔ یہ مشق صرف فرضی ہے، مقصد تجھے سکھانا ہے کہ دائرے کیسے ترتیب دیے جاتے ہیں۔ مشق کے بعد اس کے نتائج مسترد کر کے اصل کام تجھے نئے سرے سے خود ہی کرنا ہے۔'' یہ کہہ کر بابا جی نے جمع شدہ مواد سے مشق کے لیے randomly انتیس یا تیس غزلیں چن لیں۔

''یہ دیوار، اسے صاف کر، کتنے جالے ہیں اس پر۔''، انھوں نے میرے کمرے کی خالی دیوار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا، ''ہم دائرے اس دیوار پر ترتیب دیں گے۔''

''لیکن بابا جی!''، میں نے قدرے حیران ہو کر پوچھا، ''دیوار پر؟''

'' ہم یہ کام تیرے کمپیوٹر پر بھی کر سکتے ہیں، پر مجھ گنوار، ادھیڑ عمر اور آؤٹ ڈیٹڈ بندے کو کمپیوٹر کا کیا پتا!''، بابا جی نے مسکراتے ہوئے ایک آنکھ دبائی؛ کہنے لگے:

"And this way, it looks fancy too."

میں مسکرا دیا۔ دیوار صاف کر کے واپس پلٹا تو بابا جی کاغذ کی تین تین انچ کی چوکور پرچیاں کاٹ رہے تھے۔ ’’یہ رہنے دیں بابا جی، میں سٹکی نوٹس لے کر آتا ہوں۔‘‘

’’سٹکی نوٹس؟؟؟ کون سے نوٹس؟‘‘

’’سٹکی نوٹس، یعنی چپکنے والا کاغذ۔‘‘ یہ کہہ کر میں نے اپنی الماری سے سٹکی نوٹس کا پیکٹ نکال بابا جی کو دیا۔

بابا جی باری باری ایک سٹکی نوٹ نکالتے، اس پر ایک غزل کا نام یا پہلا مصرع بڑا بڑا لکھتے اور مجھے دیتے جاتے۔ میرے لیے ہدایت یہ تھی کہ ان سٹکی نوٹس کو دیوار کے ایک طرف اس طرح چپکاؤں کہ دیوار کا ایک بڑا حصہ خالی ہو۔ بابا جی کے ہاتھ سے لکھی ہوئی پرچیاں (سٹکی نوٹس) کچھ اس طرح سے دکھائی دیتے تھے۔

وائرس سادہ تریں
پیچیدگی

میں تمام پرچیاں دیوار پر چپکا کر فارغ ہوا تو بابا جی چند مزید پرچیاں تیار کیے بیٹھے تھے۔

’’یہ کیا ہے بابا جی؟‘‘ ان پرچیوں پر A، B، C، D اور E لکھا دیکھ کر میں نے حیرت سے پوچھا۔

حکم ہوا، کہ پہلے میں ان پرچیوں کو دیوار پر قدرے اونچائی پر، فاصلہ رکھ کر چپکاؤں۔

’’اوں ہوں، ایسے نہیں!‘‘، بابا جی جلال میں اٹھے، مجھ سے پرچیاں چھینیں اور دیوار پر خود ہی چپکانے لگے۔ فارغ ہوتے ہی ان تازہ پرچیوں کے ساتھ انھوں نے دیوار پر چاک سے ستارے بھی بنا ڈالے۔ اب دیوار کچھ اس طرح کا منظر پیش کر رہی تھی۔

''ایسے کیا دیکھ رہا ہے تو؟ یہ سب کتاب کے دائرے ترتیب دینے کے لیے ہے، درجہ بندی کرنا ہے ہمیں تمام مواد کی۔ جب بھی کوئی کتاب ترتیب دینا مقصود ہو، اسے درج ذیل اصولوں کے مطابق پانچ دائروں، درجوں یا Categories میں تقسیم کرلے:

Category A: اس درجے میں سب سے اعلیٰ مواد (مضامین، نظم، غزل وغیرہ) رکھ۔

Category B: اس درجے میں نسبتاً کم معیار کا مواد آئے گا۔

Category C: یہ کتاب کے معیار کے مطابق تیسرا درجہ ہے۔

Category D اور E: یہ معیار کے لحاظ سے سب سے کم تر درجے ہیں۔ ان دو درجات میں موجود مواد بغیر کسی سوال کے سیدھا ردی میں ڈال دے۔''

''دائرے لگانا شروع کریں؟'' باباجی نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا، ''ایک ایک پرچی دیوار سے اتارتا جا، اس غزل کو پڑھ اور اسکا معیار جانچ۔ جس معیار پر اترے، پرچی کے ایک کونے میں اس درجہ بندی کا حرف یا دائرے کا نام لکھ کر، دیوار پر واپس اسی درجہ بندی کے حرف کے نیچے چپکا دے۔ ہر پرچی کچھ اس طرح دکھنی چاہیئے''، انھوں نے دیوار پر سے ایک پرچی اتاری، غزل پڑھی، کونے پر A لکھا اور پرچی دیوار پر A درجہ بندی کے نیچے چپکا دی۔

A

وائرس سادہ تریں

پیچیدگی

گھنٹے، پھر دن گزر گئے۔اس دوران میں نے کئی دوستوں سے رابطہ کیا، انکی رائے لی، طویل مباحث ہوئے، جبکہ باباجی اپنی تنہائی سے لطف کشید کرتے رہے۔

میں اس کام سے فارغ ہوا تو اگلا حکم صادر ہوا کہ میں درجہ بندی A، B ، C میں شامل غزلیں دوبارہ پڑھوں اور ان پر پانچ، چار، تین، دو یا ایک ستارہ بنا کر دوبارہ اسی طرح دیوار پر چپکا دوں۔گویا ہر درجے کے ذیلی درجے بنانا مقصود تھا۔ پانچ ستارہ اس درجہ بندی میں بہترین اور ایک ستارہ اس درجہ بندی میں کم ترین کو ظاہر کرتا تھا۔ یہ بھی حکم ہوا کہ سارے کام سے فارغ ہو کر میں ہر ذیلی درجے میں موجود غزلوں کی تعداد گن کر دیوار پر لکھ دوں۔

یہ سب کر چکنے کے بعد، نمونے کی پرچی:

اس نئی مشق میں پھر کئی دن گزر گئے۔ مشق کے اختتام پر دیوار کی صورتِ حال کچھ ایسی تھی:

”تجھے معلوم ہے کہ کتاب، خاص کر شاعری یا متفرق مضامین کی کتاب کے سب سے اہم حصے کون سے ہوتے ہی؟“، پھر خود ہی بولے، ”آغاز، وسط اور اختتام!“

”جانتا ہے کیوں؟“ بابا جی نے پوچھا تو میں نے نفی میں سر ہلا دیا۔ بابا جی مسکرائے اور کہنے لگے، ”وہ اس لیے کہ مزاج یا Behaviour کے اعتبار سے قاری چار طرح کے ہوتے ہیں:

- پہلی قسم کے قاری کتاب کو شروع سے پڑھنا شروع کرتے ہیں۔
- دوسری قسم کے قاری متفرق طرز کی کتاب کو آخر سے پڑھنا شروع کرتے ہیں، بہت دل چسپ قاری ہوتے ہیں یہ لوگ۔
- تیسرے وہ جو ایک متفرق طرز کی کتاب کو درمیان سے آغاز یا درمیان سے انجام کی طرف پڑھنا شروع کرتے ہیں۔
- چوتھی وہ قسم ہے جو کتاب کو کہیں سے بھی کھول کر پڑھنا شروع کر دیتی ہے۔ پہلی تین قسموں کے قاری بھی اگر کتاب سے اکتانے لگیں تو چوتھی قسم کے قاری کی راہ پر چل نکلتے ہیں۔ اکتاہٹ یا بوریت بدستور برقرار رہے تو کتاب ایک طرف رکھ دی، دوبارہ کبھی نا کھولنے کے لیے!“

''لیکن جب ایک بار کتاب چھپ گئی، تو چھپ گئی۔ ہم قاری کی بوریت کا علاج کیسے کر پائیں گے؟'' میں نے سوال پوچھا۔

''یہی تو اہم بات ہے۔۔۔ ہم قاری کی بوریت کا تدارک کتاب کے مضامین اور مواد کو سائنسی طریقے سے ترتیب دے کر با آسانی کر سکتے ہیں۔ جیسے میں نے پہلے کہا کہ کتاب کے سب سے اہم حصے اس کا آغاز، وسط اور اختتام ہیں۔ اس کے بعد، آغاز اور وسط کا درمیان، اسے ہم آسانی کے لیے ایک چوتھائی وسط کہہ لیتے ہیں۔۔۔ اور۔۔۔ وسط اور اختتام کا درمیان، یعنی تین چوتھائی وسط۔ یہ دیکھ!'' ساتھ ہی انھوں نے اپنی چھڑی سے ریت پر ایک نئی تصویر بنا ڈالی۔
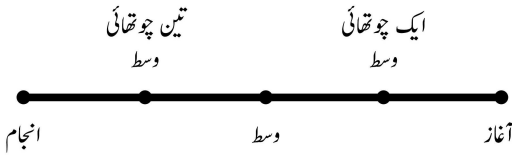
''یہ وہ جگہیں ہیں جہاں تجھے Five Star Category A کا مواد لازماً رکھنا ہے، جبکہ باقی کا مواد ان اہم جگہوں کے آس پاس بہت ذہانت کے ساتھ کھپانا ہے، اس طرح کہ ہر دو، تین یا چار B اور C درجے کی غزلوں یا مضامین کے بعد دو یا تین A درجے کی غزلیں یا مضامین ضرور ہوں۔''

''مشکل کام میں ڈال دیا ہے آپ نے بابا جی۔''

''ابے او جھلے، مشکل کام تو تُو کر چکا، یہ تو بہت ہی آسان کام ہے۔ اچھا ذرا گن تو، A, B اور C درجوں میں کل کتنی غزلیں ہوئیں؟''

''کل ملا کر بیس:

A میں بارہ، جن میں سے چھ Five Star ہیں-

B میں چھ، جن میں سے چار Five Star ہیں۔

اور C میں دو۔''

میں بولتا جا رہا تھا، اور بابا جی ایک بڑے سے کاغذ پر ایک جدول بنانے میں مصروف تھے۔

’’یہ جدول دیکھ، اس میں تین کالم اور بیس سطریں ہیں، بیس اس لیے کہ تینوں درجہ بندیوں، A,B اور C میں کل ملا کر بیس غزلیں ہوئیں:

پہلا کالم، ترتیب نمبر

دوسرا کالم، درجہ بندی

تیسرا کالم غزل، مضمون وغیرہ کا نام۔‘‘

مشق میں موجود غزلوں کی کل تعداد کو دیکھتے ہوئے، ہم جدول کے آغاز، وسط اور آخر میں دو دو Five Star Category A کی غزلیں رکھیں گے۔ ابھی صرف درجہ بندی کے کالم میں درجے لکھتا جا۔ یہاں اصل میں کون سے غزلیں آئیں گی وہ کچھ دیر میں دیکھتے ہیں۔‘‘

سو ہمارے پاس Category A کی مزید چھ غزلوں کی جگہ بچی ہے، جنہیں ہم یکساں طور پر جدول میں شامل کر لیتے ہیں۔ یہاں، یہاں، یہاں۔۔۔۔‘‘، بابا جی اشارہ کرتے گئے اور میں جدول میں درجہ بندی کے کالم میں A لکھتا گیا۔

اس کے بعد ہم نے جدول میں B اور C درجہ بندیوں کی جگہ مختص کی۔ اس مشق کے بعد جدول درج ذیل شکل اختیار کر چکا تھا:

غزل نمبر	Category	غزل
1	A (Five Star)	
2	A (Five Star)	
3	A	
4	B	
5	B	
6	C	
7	A	
8	B	
9	A (Five Star)	
10	A (Five Star)	

11	A	
12	B	
13	A	
14	A	
15	C	
16	B	
17	B	
18	A	
19	A (Five Star)	
20	A (Five Star)	

’’یہ لے، تیری کتاب کے دائرے ترتیب دینے واسطے سیمپل فریم ورک تیار ہے، اسے کتاب کے اصل مواد پر ڈھال، اس میں غزلوں کے رنگ بھر اور موج کر۔‘‘، یہ کہہ کر باباجی مسکراتے ہوئے جانے کے لیے مڑے۔

’’اور ہاں تب تک کتاب نا چھپوانا جب تک کہ Category A میں پچاس فیصد سے زیادہ مواد نہ ہو جائے۔۔۔ اور اس وقت تو بالکل بھی نہیں کہ جب تک تو اپنی کوتاہیاں تسلیم کرنے اور انھیں سدھارنے کی جرأت اور حوصلہ نہیں پا لیتا۔‘‘

’’پت تیرے خمیدہ بھیجے میں ہمہ وقت جوڑا کومنٹریز چلتی رہتی ہیں نا، جن کے دائروں سے تُو کلام کشید کرتا ہے، رب سوہنا انھیں ہرا بھرا رکھے۔‘‘

میں پورے پراسیس اور حاصل جدول کو جذب کرنے کی کوشش میں مگن!

باباجی جا چکے تھے۔

وحید اختر واحدؔ

غزلیں

(بحضور باری تعالیٰ)

یہ ملٹی ورس کل العالمیں ہیں تِہ بہ تِہ ٹینسر*
جہت اندر جہت اندر جہت اندر جہت اندر

خدا خود ایبسٹریکشن* کی الگ مسند پہ فائز ہے
وہی تجرید کا اول، وہی تجرید کا آخر

خدا خود آفرینش کا حقیقی آرکیٹیکٹ* ہے
وہی ترکیب، وہ ترتیب، وہ اجزا، وہی جوہر

زمیں پر عرش کے ڈیٹا* کی ریگریشن* ضروری ہے
جدا ہونے کو ہے تفسیر سے ابلیس کا منتر

یکایک مرتکز بھیجے کا ملٹی کور* ہو جانا
یہی ہے جذب و سرمستی کے امکانات کا آخر

طریقت ہر ولی اللہ کی لبرل* ہی ہوتی ہے
کبھی نہلا، کبھی دہلا، کبھی رانی کبھی جوکر

بروزِ حشر مٹی میرا ڈی این اے* نہ بن جائے
دوبارہ قابلِ مصرف ہیں اجزا خاک میں مل کر

صدائے کن خدائی آٹومیشن* کا تصور ہے
محیطِ امرِ ربانی، کھرا تقدیر کا جوہر

خدائی آرکیٹیکچر* ہمہ خودکار ہے واحد
وہی سسٹم*، وہ سب سسٹم*، وہی اندر، وہی باہر

* Tensor: ''ٹینسر'' ایک ایسا ریاضیاتی میٹرکس جس کی لامحدود جہتیں ہوں اور ہر جہت میں دوبارہ لامحدود جہتیں ہوں۔ آج کل ڈیٹا سائنسز اور آرٹیفیشل انٹیلیجنس کے میدان میں خاص کر مفید ہے۔

*Abstraction *Architect *Data *Regression
*Multicore *Liberal *DNA *Automation
*Architecture *System *Subsystem

(بحضور مرشد کامل جنابِ محمدؐ کے نام)

جس طرح ہیں نور میں فوٹان* دیکھ
رحمتہ للعالمیں، رحمان دیکھ

التوائے وقت کا امکان دیکھ
یعنی شرحِ الا بالسلطان دیکھ

وقت کی ہچکی پہ لا ایمان پھر
ہر طرح معراج کو آسان دیکھ

التوائے وقت کی کل ویولینتھ*
تحفۂ یزداں، نبیؐ کی شان دیکھ

پہلی پہلی آیتوں کی شاک ویو*
کہہ دیا جب عَلَّمَ الاِنسَانَ دیکھ

آمدِ مرسلؐ نئی بگ بینگ* ہے
مستقل ابلیس کا ہیجان دیکھ

ضربِ پیغمبرؐ کی پہلی شاک ویو
تین تیرہ جوہری سامان دیکھ

سر بریدہ نور ہیں تاریکیاں
بولہب، ابنِ خلف، سفوان دیکھ

ہے زمانی کرو* سب کی مختلف
مختلف ہیں جن، مَلَک، انسان دیکھ

چار ماشے عشق ہے میرا مگر
چار ماشے جوہری سامان دیکھ

پانچ وقتہ نور واحدؔ لازمی
ملتوی انوار سب شیطان دیکھ

Photon* Wavelength* Shockwave*
Big Bang* Curve*

٭

جنوں کی دیوی ہے پیرِ سرکس٭، اسے ہی زیبا چھڑی گھمانی
جنون و عشق و سرور مستی، کمال سرکس ہے آسمانی

جنوں کی دیوی کا مشغلہ ہے کٹھن کٹھن سے پزل٭ بنانا
کبھی فقط شغلِ دل لگی کو، کبھی جنونی و امتحانی

جنوں کی دیوی کا شغلِ فرصت، محبتوں کے پزل بنانا
کئی پزل ہر طرح سے جامع، کئی زمانی، کئی مکانی

جنوں کی دیوی جنوں کے دیوا کو چیٹ٭ کرتی ہے خانہ خانہ
بساطِ شاہی پہ مشغلہ پائیدار مہروں سے چھیڑ خانی

عظیم غیبی مدد ہے، راجا کے حق میں بازی پلٹ رہی ہے
بہت قریب آ چکے ہیں شاید بِرِج کا اکّا، بِرِج کی رانی

مرے گناہوں کو پیر و مرشد جو خاص کونے میں پھینکتا تھا
وہ خاص کونا، خدا کا ذاتی کباڑ خانہ ہے آسمانی

خدا کا ذاتی کباڑ خانہ مرے گناہوں سے بھر چکا تھا
کئی گنہ تھے کمال جامع، کئی زمانی، کئی مکانی

طوافِ کعبہ میں یہ تعطل، مری نحوست کے ساتھ آیا*
عجب گناہوں کے دشت جھیلے، غضب تلذذ کی خاک چھانی

ہمارے اصلی گناہ واحد بشارتوں میں بدل چکے ہیں
کھلا تضادات، تجربوں سے کہ مغفرت بھی ہے امتحانی

Circus* Puzzle* Cheat*

* محترم عزم بہزاد کے اِس شان دار شعر سے استفادہ کرتے ہوئے:
''ہمارے لہجے میں یہ توازن بڑی صعوبت کے بعد آیا
کئی مزاجوں کے دشت دیکھے، کئی رویّوں کی خاک چھانی''

✪

آنکھ میں مَشّاق آبی جوکروں* کا انتظام
ہم ہی سرکس* کے مجدد، ہم ہی سرکس کے امام

عشق، حیرانی، تجسس، ناز، غصہ، انتقام
آنکھ کے سرکس پہ اینٹرٹینمنٹ* کا فن تمام

ہو گئی ہے رفتہ رفتہ خوش گلو و خوش کلام
آنکھ کے سرکس میں اعلیٰ اوپرا* کا اہتمام

اشک میں محلول نغمہ، راگ، موسیقی، کلام
اشک چیخوں کے کسی آرکیسٹرا* کا ہے امام

آنکھ دورانِ سخن ہے شَیپ شِفٹر* ساحرہ
انتہائی ویژوول* ہے آنکھ کا صوتی نظام

درد کی آواز بھی تشکیل ہوتی ہے یہاں
اشک میں خاموش چیخوں کا علیحدہ انتظام

درد خوگر اشک کی ناپ تلی پرفارمنس*
آنکھ اندر تالیوں پر اوپرا کا اختتام

آنکھ جیسے کہکشاں کا پرکشش عرضی تراش
حلقہ ہائے نور عین الوسط میں تاریک فام

انتہائی تلخ، کھاری، بے حس و عیار ہے
آنکھ واحد بحرِہ مردار کا اصلی مقام

Opera* Entertainment* Circus * Joker*
Performance* Visual* Shapeshifter* Orchestra*

☼

وائرس* سادہ تریں پیچیدگی
زندگانی، ارتقا اور آدمی

وائرس میں آفرینش کا سراغ
وائرس ہی چیخ اسرافیل کی

وائرس ہی دستِ عزرائیل ہے
وائرس ہے بالِ جبرائیل بھی

وائرس ہے پیرِ گردوں کا برش*
ریشہ ریشہ مائیکرو* پیغمبری

وائرس سے پینٹ* کرتا ہے خدا
آدمیت، ارتقا اور زندگی

وائرس اور حکمِ ربِّ منتہا
مائیکرو آیات ہیں الہام کی

وائرس اللہ کی عالی کرافٹ*
سادگی، آوارگی اور دلکشی

وائرس تسبیحِ امرِ ایزدی
دانہ دانہ سادگی سنجیدگی

گاہے واحد منکسر، سادہ مزاج
گاہے وہ چالاک جیسے لومڑی

Craft* Paint* Micro* Brush* Virus*

✹

واللہ نیلی اِیل* کی صورت ہری بھری
اک لازوال حسن ہے بیتاب جل پری

پوریں تمام جل پری کی فوٹو فورز* ہیں
تاریک پانیوں میں وہی نور، روشنی

اس کا لباس جیسے جیلی فش* کا گھاگرہ
اس کے حسین بال کوئی آکٹوپسی*

شاہی سٹار فش* کی طرح مخملیں بدن
ہے نیلگوں فراک ذرا زرد، جامنی

تاریک پانیوں میں وہی گوسٹ شارک* ہے
قلزم کی تیرگی میں وہی عنکبوت بھی

جیسے عقیق میں کوئی فوسِل* حیات ہو
جیسے کسی نظام میں پابند روشنی

میں اس کے سوڈو کوڈ* میں کنڈیشنل* رہا
وہ میرے کوڈ* میں جو سدا کانسٹنٹ* تھی

میں اس کی دھڑکنوں میں فقط اِف بلاک* ہوں
وہ میری زندگی میں کسی فارلوپ* سی

واحد وہ فارلوپ* ہے یا گرد باد ہے
سسٹم* کریش* کر چکی ہے لیک میمری

---

*Blue Eel
اِیل مچھلی کی ایک خوبصورت قسم، جس میں مادہ نیلی اور سبز جبکہ نر نیلا اور پیلا ہوتا ہے۔
*Photophores، سمندری جانوروں میں روشنی پیدا کرنے والے اعضا۔
*Jellyfish: شعری وزن کے لیے جیلی فش کی بجائے زیر کے ساتھ جلی فش باندھا ہے
*Octopussy *Royal Starfish
*Ghost Shark *Fossil *Pseudocode
*Conditional *Code *Constant *IF Block
*FOR Loop *System *Crash
*Leak Memory

٭

ہاتھ پر تصویر تھا جو مور شعلہ کردیا
ساز نے پھر جسم کو فی الفور شعلہ کردیا

انتقالِ عشق کی تصدیق تھی زیرِ سوال
میں نے تیرا اشک چوما اور شعلہ کردیا

وقتِ امکانِ محمدؐ، حسن اور پروردگار
عرش پر جو کچھ تھا زیرِ غور شعلہ کردیا

وہ اگر خورشید کی تاثیر سے مسحور تھا
میں نے بھی انداز، اپنا طور شعلہ کردیا

پردہ ہائے چشم پر خاموش تھا نازک خیال
تیرے رنگوں نے مچا کر شور شعلہ کر دیا

اشک میں آتش ہے اور آتش میں حسنِ کائنات
حسن زادی نے مجھے فی الفور شعلہ کر دیا!

سر سے لے کر پاؤں تک وہ عشق پیکر آگ کا
میں نے واحدؔ جان کر اگنور* شعلہ کر دیا

Ignore*

☼

گزرتے وقت کا دھارا حسینؑ ہے صاحب
یزید شاہِ زماں تھا، حسینؑ ہے صاحب

نبی کی ذات کا ٹکڑا حسینؑ ہے صاحب
سنو درود کا حصہ حسینؑ ہے صاحب

کسی کا خاک میں ملنا، یزید ہو جانا
کسی کا خاک سے ملنا حُسینؑ ہے صاحب

گزشتہ شاہ کی طاقت غبار ہوتی ہے
کسے خبر تھی کہ فردا حسینؑ ہے صاحب

زباں پہ آ کے سخن کا حدیث ہو جانا
کہ میں حسین ہوں، میرا حسینؑ ہے صاحب

یزید آنکھ سے منظر نظر نہیں آتا
رسولؐ چاند ہے، ہالہ حسینؑ ہے صاحب

ترے بیاں کی سلاست کا ماند پڑ جانا
تری زبان کا چھالا حسینؑ ہے صاحب

یہاں کی خاک میں تاثیر کربلائی ہے
ہر ایک پھول کا دعویٰ، حسینؑ ہے صاحب

میں خود شناس نہ تھا جب یزید تھا واحد
مرے شعور کا لمحہ حسینؑ ہے صاحب

☼

پلوٹو رونما ہوتا ہے سائیں
یہ کافر معجزہ ہوتا ہے سائیں

وہ سیدھا راستہ، یعنی توازن
توازن دائرہ ہوتا ہے سائیں

سیہ پتلی ہے میری آنکھ میں جو
فلک میں چھید سا ہوتا ہے سائیں

مری تتلی پری میں ڈھل رہی ہے
جوانی معجزہ ہوتا ہے سائیں

خدا نے پال رکھے ہیں فرشتے
خدا بھی مافیا ہوتا ہے سائیں

ہماری کرچیاں چن کر وہ بولا
فرشتہ کانچ کا ہوتا ہے سائیں

مجھے چھونا نہیں بیتاب ہو کر
ستارہ آگ کا ہوتا ہے سائیں

لہو میں بیضوی یاقوت دانے
خدا آخر خدا ہوتا ہے سائیں

صدائیں رقص کرتی ہیں بدن میں
بدن جب کھوکھلا ہوتا ہے سائیں

لپکتا ہوں میں شعلہ زاد کیونکہ
ہوا کو چومنا ہوتا ہے سائیں

جہالت قوم کا ورثہ ہے واحدؔ
وراثت کا مزہ اپنا ہے سائیں

☼

روشنی اندر چھپی بیٹھی توانائی کا نام
روشنی کارِ محبت، روشنی ہی انتقام

آنکھ کے اندر اتر کر عکس کرتا ہے کلام
نور کے ذروں پہ فنِ داستاں گوئی تمام

روح اندر کرچکی ہے آتشیں شیشے کا کام
اور توانائی کا وحشی جانور ہے بے لگام

چل رہی ہے دانہ دانہ، کر نہیں سکتی قیام
نور کی تسبیح میں ہے جوہری دانہ امام

روشنی سے جبر کے اجزا نکل جائیں اگر
روشنی ابلیس کے چیلوں پہ ہو جائے حرام

شیشۂ منشور میں اصلِ امامت ٹیم ورک

روشنی کی سات ٹیمیں مل کے ہوتی ہیں امام

شمس سے، حلاّج سے، سقراط سے منسوب ہے
نور کی ترسیل میں آوارہ کرنوں کا مقام

روشنی ہے عکس بھی اور عکس کا معکوس بھی
روشنی کارِ فنا ہے، روشنی کارِ دوام

روشنی میں خیر بھی ہے، روشنی میں شر بھی ہے
روشنی پابندِ واحد، روشنی ہی بے لگام

☼

ذرے ملے گلے، ہُوا جوہر ظہور عشق
اندر کی کیفیات پہ کامل عبور عشق

مردار دل سے رابطہ کشفِ قبور عشق
دھک دھک ہے وحی آیتِ شرحِ صدور عشق

ربِ عذاب عشق ہے، ربِ غفور عشق
دل کھول دیکھ دیکھ تجلی سے چُور عشق

واللہ مستقیم تسلسل کا نام ہے
جوہر کی ذُرّیات کی گردش حضور عشق

بیٹھے ہوئے ہیں تھام کے تینوں خدا کتاب
اندر کہیں وجود میں جوہر فتور عشق

آنکھیں کھلیں، جو خواب تھے لِمبو* میں جا گرے
دونوں جہاں کے درمیاں بین السطور عشق

چھٹنے سے پہلے ناز سے سکڑے ستارگاں
کوشش تھی پھیلے چرخ پہ بھی دور دور عشق

پانی کی بوند بوند میں یزدانی وسعتیں
آنسو نہیں یہ دیکھ ہے تو بہ سے چُور عشق

کیفِ درونِ ذات کی رفتار اور ہے
مت ساتھ ساتھ پالنا نفرت، غرور، عشق

پھر روشنی کے راستے میں آ گیا ہے دل
اب مرتکز ہو نور یا تقسیمِ نور ۔۔۔ عشق

اندر کا وقت فرق ہے باہر کا وقت اور
دونوں کے تال میل کا واحد شعور عشق

Limbo*

☼

ہمارے آپ کے جو درمیاں ہے
مکانوں میں یہی وہ لامکاں ہے

کبھی ادرک ذرا سا چکھ کے دیکھو
مرا لہجہ ہے، میری ہی زباں ہے

جو اپنی آنکھ ڈی فوکس کروں میں
خدا بھی آنکھ کے اندر دھواں ہے

بصارت کا تنفس رک رہا ہے
تمھاری روشنی ہے یا دھواں ہے

جسے تو آخری گنتا ہے سائیں
مرے اندر ہے وہ جو آسماں ہے

سمندر مر گیا ہے اپنے اندر
جو نمکینی ہے، روحوں کا دھواں ہے

تجسس عشق ہے واحد حقیقی
یہ دقیانوس ہے پر بیکراں ہے

✿

جوہر کی خواہشات پہ پہلا بلاگ لکھ
آتش فشاں میں بیٹھ کے ٹھنڈا بلاگ لکھ

صوفی کمالِ ذات پہ لکھنا تو تھا تجھے
کس نے کہا تھا بیٹھ کے گھٹیا بلاگ لکھ

تیرے قلم میں انک* ہے کہنہ شراب کی
آ، میکدے میں آ کے چھلکتا بلاگ لکھ

پانی کے ساتھ بھاپ جو بن کر نہ اڑ سکیں
ایسی کثافتوں کو کھرچتا بلاگ لکھ

عورت کے سیکڑوں یہاں امکان ہیں اہم
بوس و کنار و عشق سے اگلا بلاگ لکھ

گرچہ سلگتی راکھ ہے یہ عشقِ عین بھی
اس راکھ کی کتاب سے اٹھتا بلاگ لکھ

شاہد ہے تو خدا کا کسی خاص آنکھ سے
اپنے مشاہدات پہ اعلیٰ بلاگ لکھ

تیرے دماغ میں ہیں ستارے جو محوِ رقص
ان میں سے توڑ ایک ستارا، بلاگ لکھ

امکانِ حرف وصوت ذرا جان دار ہیں
فردا کا حال میں ہے تماشا بلاگ لکھ

واحدؔ قلندری و تصوف، خمارِ عشق
اندر جمی ڈرگز پہ زندہ بلاگ لکھ

☼

فلک پر جو ستارے شاطرانہ چال لگتے ہیں
سنا ہے کہکشاں کے وسط میں پامال لگتے ہیں

سنا ہے کہکشاؤں کا ملن جلدی نہیں ہوتا
سنا ہے اس میں اربوں کھربوں نوری سال لگتے ہیں

سنا ہے کہکشائیں جب کہیں ٹکرانے والی ہوں
ستارے وجد میں رقصاں پری امثال لگتے ہیں

سنا ہے کہکشائیں جب کنار و بوس ہو جائیں
ستارے انتقالِ عشق کا سیّال لگتے ہیں

سنا ہے کہکشائیں جب کبھی انگڑائی لیتی ہیں
ستارے زاویہ بردار خدّ و خال لگتے ہیں

سنا ہے کہکشاؤں کو سلو موشن میں دیکھو تو
ستارے رقص کرتے صاحبِ اجلال لگتے ہیں

سنا ہے کہکشائیں کیمیائی رقص کرتی ہیں
اور اس میں کہکشاؤں ہی کے خدّ و خال لگتے ہیں

سنا ہے کہکشاں کی ناف میں چھلّا بھی ہوتا ہے
سنہری نور کے دھاگے بھی کرلی بال لگتے ہیں

سنا ہے کہکشاں کی ناف میں رکھا ہوا موتی
جہاں پر وقت، مادہ، روشنی پامال لگتے ہیں

سپر نووا* حوادث جن ستاروں پر گزر جائیں
وہ اپنی ذات میں سمٹا ہوا پاتال لگتے ہیں

سنا ہے حادثوں کو وقت کا ادراک ہے واحد
ستارے، کہکشائیں بھی غضب فعّال لگتے ہیں

---

*Supernova

☼

زحل کے دیومالائی سنہری حلقہ ہائے عشق
کسی نے دیکھنی ہو گر خدا کی انتہائے عشق

کئی رشتوں کو جزوی شعلہ افشانی کی عادت ہے
کئی رشتے خلا میں تیرتے ہیں ماورائے عشق

کبھی نقطے، کبھی یہ دائرے حیران کرتے ہیں
ستاروں سے مزین کہکشائیں، اجتماعِ عشق

درونِ ذات سب باہر نکالا اور جلا ڈالا
ستارے آسماں کی وسعتوں کے صوفیائے عشق

مجھے مت بحرۂ مردار کے پانی سے نہلاؤ
تمھارے آنسوؤں سے مر نہ جائے مبتلائے عشق

میں اپنی زندگی کی آخری فرصت سے ڈرتا ہوں
مجھے فرصت کے ان لمحوں میں کیوں نا آزمائے عشق

مری چشمِ ثلاثہ، تحفۂ درویش ہے واحدؔ
کسی نے دیکھنا ہو گر خدا کو مبتلائے عشق

☼

حیرت نہیں ہے، آج یہ کہتے ہیں اوائل
اس خاک سے چپکے ہیں، کئی نوری مسائل

ہنستی ہے اچانک جو کبھی حور شمائل
دنیا میں لگا دیتی ہے جنت کے وسائل

نیلا نہیں ہوتا ہے کبھی نیل کا پودا
اس میں چھپے ہیں گرچہ کئی نیلے خصائل

کرتا ہے سکوں اس کو بھی اندر سے برادہ
سادہ نہیں ہیں، دیکھ لے جوہر کے مسائل

رہتا ہے تلاوت کے لیے تیسواں پارہ
کھولی ہے فرشتوں نے مری آخری فائل

پیغامِ جنوں کی کبھی توثیق بھی کیجے
ایمان کے رستے میں ہے تصدیق بھی حائل

واحدؔ تو گلابی ہے کسی اور بدن سے
احساسِ تشکر میں ہے مردانگی حائل

☼

قرمزی جب آسمانی مسیں ملایا جائے گا
کہکشاں کو چھیڑ خانی سے بنایا جائے گا

کہکشاں میں علم کے تارے سبھی مخلوط ہیں
اب ستارہ خاص حکمت سے بنایا جائے گا

لگ رہا ہے تیرے اندر حشر سامانی سی ہے
جوہری دانہ ہے، تجھ کو آزمایا جائے گا

نقش بتلاتے ہیں تیرے، فلسفہ زادی ہے تو
آ ، ترے چہرے کو فکشن سے سجایا جائے گا

جنس کی تسکین کو کتنی لواطت چاہیے؟
فلسفہ ہے، پوری جدت سے اٹھایا جائے گا

غور سے سن لے میں قومِ لوط کا حامی نہیں
بات اتنی سی ہے مُلّا بخشوایا جائے گا

تجربہ گاہِ عقیدت میں خدا مصروف ہے
ہر نتیجہ پوری شدت سے دکھایا جائے گا

جی حضوری ۔۔۔ جی حضوری، راگ درباری ہے یہ
شاہ کے کانوں کے پردوں پر بجایا جائے گا

شاہ کو بعد از نمازِ عیش نہلایا نہیں
اس کا بھی الزام واحد کو خدایا جائے گا

☼

تمھارا عشق جب منشور ہوگا
ہمارا نور چپکنا چور ہوگا

اگرچہ پھول سرخی کھو رہا ہے
مگر ایسے ہی وہ مشہور ہوگا

جو منتر خود شناسی پھونکتا ہے
وہ بابِ عشق میں مذکور ہوگا

دھواں نکلا ہے آنکھوں سے اگرچہ
شکم کے بیچ میں تندور ہوگا

جو اپنے آپ کو ترتیب نا دے
وہ بندہ عقل سے معذور ہوگا

تجھے خوشبو سنائی دے رہی ہے
ترا باطن بہت مخمور ہو گا

کہانی آسماں کی چل رہی ہے
ستارہ آگ سے مذکور ہو گا

لڑائی یلدرم ہارا ہوا ہے
مخالف سمت سے تیمور ہو گا

ہمارا سُر بجھا ہے آج واحدؔ
شرابِ ساز میں سیندور ہو گا

☼

سکونِ ذات ابرِ خاکِ پائے روشنی ہے
یہ سناٹا نہیں مرشد، یہ ہائے روشنی ہے

درونِ ذات جتنا بھی ورائے روشنی ہے
وہ تاریکی نہیں ہے بددعائے روشنی ہے

جو اپنی مسکراہٹ میں چھپائے روشنی ہے
وہ حنا کی درحقیقت دیوتائے روشنی ہے

مرا مرشد قریبِ انتہائے روشنی ہے
وہ جس بھی زاویے سے مسکرائے روشنی ہے

مرے اندر اگرچہ روشنی کی صنعتیں ہیں
ترے پیروں کا دھوون کیمیائے روشنی ہے

مرے اندر اتر کر پیر و مرشد ایک چلّہ
سنا ہے قبر میں تو ہی جلائے روشنی ہے

سوالی پیٹ کی اندھیر نگری کے مکینو
سوالی ہاتھ میں جتنا سمائے روشنی ہے

مصور، خالق الباری، محیطِ ہفت گردوں
مجھے وہ جس طرف سے بھی بلائے روشنی ہے

تعلق سرد ہو واحد تو ہر سو تیرگی ہو
خدا جب جب تعلق آزمائے روشنی ہے

☼

سایۂ طفلی میں تازہ فیض کی تشکیل ہے
آبِ زم زم در حقیقت نورِ اسماعیل ہے

آڑھی ترچھی ایبسٹریکٹ* ہیں لائنیں الہام کی
تازہ کاری سے مرصع کینوس* انجیل ہے

انگلیاں اپنی، برش* کی نبض پر رکھتا ہوں میں
رنگ ہیں اور انگلیوں میں بالِ جبرائیل ہے

خشک رنگوں پر نمی کو جھاڑتا جاتا ہے جو
اے خدا میرا تخیل عینِ میکائیل ہے!

آنکھ سے چھلکے گا آنسو، سب دھواں ہو جائے گا
خوفِ تیزابی صفت اندر سے عزرائیل ہے

عشق میری داستاں میں جس جگہ مذکور ہے
اس جگہ بک مارک* ہے جو، بالِ جبرائیل ہے

مل رہا ہے پھر زمانہ غار سے میرا سراغ
ہر اموجی* غار میں تصویر کی تمثیل ہے

قہقہے، جیسے اترتی ہیں نئی آیات اور
مسکراہٹ ہونٹ سے الہام کی تنزیل ہے

داستاں میں ایک ہی کردار ہے واحد فقط
عشق ہے ہابیل بھی اور عشق ہی قابیل ہے

Abstract* Canvas* Brush*
Bookmark* Emoji*

☼

تعلق رونما ہوتا ہے سائیں
ستاروں پر ترا سایہ ہے سائیں

مرے اندر توازن چل رہا ہے
تمھاری سانس کا نسخہ ہے سائیں

بہل جاتا ہے معمولی گنے سے
ہمارا نفس بھی چیتا ہے سائیں

ذرا محتاط، ورنہ کاٹ لے گا
فرشتہ کھال میں کتّا ہے سائیں

ذرا جبریل کو آواز دینا
مجھے الہام کا خدشہ ہے سائیں

فرشتہ پڑھ رہا ہے اسمِ اعظم
وہ دردِ زہ سے ہی چیخا ہے سائیں

فرشتہ کر رہا ہے سائیں سائیں
مجھے وہ کھوکھلا لگتا ہے سائیں

تو جوہر چوم کر ہی دیکھ لیتا
کہ تو بھٹکا ہوا ذرّہ ہے سائیں

مری واحد عبادت خودکشی ہے
اگرچہ موت کا خطرہ ہے سائیں

آتشیں آتشیں ہے پر صاحب
ہر ستارہ ہے مختصر صاحب

اک فرشتہ نما ستارا تھا
آگ سجدے کی نوک پر صاحب

دیکھ تکلیف کتنی بینا تھی
آنکھ سے گر گئی نظر صاحب

حِسّیں ایجاد کر چکا ہوں کئی
ایک آنسو ہے تازہ تر صاحب

آنکھ اندر سے کھردری ہو گی
اس کا پردہ ہے معتبر صاحب

تنگ نظری اتار پھینکی ہے
قیمتی ہو گئی نظر صاحب

بات اعلیٰ ہے، خوبصورت ہے
مختصر، اور مختصر صاحب

میں اندھیروں میں رہنے والا ہوں
اور ستارہ ہے مستقر صاحب

ایک مسکان میں سمٹ آئے
پھر یقیناً، اگر، مگر، صاحب

وہ جنوں خیز تھا بلا کا پر
عشق نکلا ہے مختصر صاحب

اک ستارہ تھا، اک فرشتہ تھا
عشق سلگا گیا ہے پر صاحب

اس کی رفتار سے کھلا واحدؔ
وہ ستارہ تھا راہبر صاحب

☼

شخصیت خوب چڑچڑی ہے ابھی
اس کا انداز جوہری ہے ابھی

آسمانی مصوری ہے ابھی
اک ستارا جو کاغذی ہے ابھی

یہ جو دلکش سی ٹمٹماہٹ ہے
وہ ستاروں پہ چل رہی ہے ابھی

تھوڑا تھوڑا سا عشق باقی ہے
تھوڑی تھوڑی فلاسفی ہے ابھی

کھمبیاں اُگ رہی ہیں لفظوں پر
میرے اندر بہت نمی ہے ابھی

تیرے امکاں تقابلی ہیں مگر
میرا امکاں برابری ہے ابھی

عشق لودھی کی چال چلتا ہے
میرا حملہ بھی بابری ہے ابھی

تجربہ صاف کہہ رہا ہے مجھے
میری روحانی سرجری ہے ابھی

ایک حلیہ ہے ذات میں واحد
ایک حلیہ جو ظاہری ہے ابھی

☼

گرچہ وہ نور سے کبھی پیدا نہیں ہوا
جگنو کو روشنی میں خسارا نہیں ہوا

اندر کی کائنات میں ایسی جگہ بتا
میں نے جہاں پہ تجھ کو پکارا نہیں ہوا

جس کے حضور آج میں اندر ہی جھک گیا
کہتا ہے وہ کہ اس طرح سجدہ نہیں ہوا

ہوتا گیا وہی جو بشارت میں درج تھا
لیکن یقین کر وہ دوبارہ نہیں ہوا

ہیں دائروں میں آج بھی پتھر بھرے ہوئے
اس کہکشاں سے ایک ستارہ نہیں ہوا

اس تجربے نے وقت کی رفتار روک دی
اس دن سے میں نے درد سنوارا نہیں ہوا

چاکِ جنونِ ایزدی کی گردشوں کا فیض
مٹی میں آب مِل کے بھی گارا نہیں ہوا

خوشبو کی آنکھ سے ہوئی رخصت حیا تمام
تتلی سے گل پہ رقص دوبارہ نہیں ہوا

واحدؔ اگرچہ عشق میں لازم تھی احتیاط
پر احتیاط پر ہی گزارا نہیں ہوا

☼

بحر کی دیوی کو زیبا حشر سامانی بھی ہے
زیرِ سطحِ آب دریاؤں میں طغیانی بھی ہے

نیکیوں میں کچھ مہم جوئی بھی ایڈونچر بھی ہے
زیرِ سطحِ آب سجدہ خاص امکانی بھی ہے

اُس طرف سے پہلے پہلے عشق کا آغاز ہے
کہکشاں میرے تعاقب میں ہے، دیوانی بھی ہے

رفتہ رفتہ اس پہ میرا خواب طاری ہو گیا
خواب کی رفتار امکانی بھی، طوفانی بھی ہے

اپنے ظاہر میں وہ کلّی طور سے رنگین ہے
اور باطن میں اچھوتے رنگ کا بانی بھی ہے

آگ ہے کیسی جو میری آنکھ کے پانی میں ہے
اس طرح ملبوس رکھی، اس میں عریانی بھی ہے

عرش سے کچے سوالوں کا ملا پکا جواب
نصف سرشاری ہے طاری، نصف حیرانی بھی ہے

رات کو الحاد کی تکمیل کا امکان ہے
کیفیت کی آگ رحمانی بھی، شیطانی بھی ہے

تو نہیں سمجھے گا سچے عشق والے پیچ و خم
ملحدانہ فکر واحدؔ عینِ قرآنی بھی ہے

☼

خدا کے ساتھ جو سیلفی* بنانا چاہتا ہوں
تعلق معتبر ہے، آزمانا چاہتا ہوں

خدا پر زوم* کر کے لینز* فوکس کر رہا ہوں
میں کافر آنکھ کا پردہ جلانا چاہتا ہوں

مری آنکھوں کے عدسے جو مسلسل پھیلتے ہیں
میں پورا روشنائی میں نہانا چاہتا ہوں

بہت سرسبز ہے فن کار، اس کے فن کی کھیتی
بصارت کی زمیں پر بھی اگانا چاہتا ہوں

خدا سے گفتگو اس بات پر بھی چل رہی ہے
میں اپنے آپ سے اگلا زمانہ چاہتا ہوں

طبیعت سخت ہے تو ہائیجینک* بھی نہیں ہے
صفائی نصف ایماں ہے، بتانا چاہتا ہوں

ترے احکام جن ذرّات میں سمٹے ہوئے ہیں
انھی ذرّات میں سے ایک دانہ چاہتا ہوں

اگرچہ روح میری، اندرونی مافیا ہے
میں اپنا عشق تھوڑا صوفیانہ چاہتا ہوں

ستارے، کہکشائیں، نور کی آیات واحدؔ
میں ان آیات میں خود کو کھپانا چاہتا ہوں

Hygienic * Lens * Zoom* Selfie*

☼

لہو پیتا ہے ومپائر*، لہو کا جام لا ساقی
رگوں میں دوڑتا ہے آدمی کے شعبدہ ساقی

تمھارے مے کدے میں شمس کی کرنیں بھی آئی ہیں
ہمیں وہ راکھ کر سکتی ہیں، ان سے تخلیہ ساقی

کبھی جب دور چلتا میں کری ایٹو* نظر آتا
شرابوں میں شرابوں کے مسالے ڈالتا ساقی

لہو پی کر دھمالیں اور تخلیقی سی ہو جاتیں
کری ایٹیو تھے ومپائر نگر کے صوفیا ساقی

لہو پینے پلانے کے سبھی اقدار تخلیقی
مجدد بار ٹینڈر* صوفیا تا اولیا ساقی

بظاہر اپنی ہستی میں جو پاکیزہ سے لگتے ہیں
فرشتے ہیں خدائی شیپ شفٹر* مافیا* ساقی

فرشتے کو یہ خدشہ لاش ومپائر نہ بن جائے
مجھے تھا شوق، دیکھوں لوٹتی ہے آتما ساقی

کسی صوفی کے منہ گر آدمی کا خون لگ جائے
ہمیشہ داڑھ میں رکھتا ہے اس کا ذائقہ ساقی

یقیناً سائی فائی* ہے کسی صوفی کی عیاری
زمانے توڑنا واحد، زمانے جوڑنا ساقی

نوٹ: غزل میں انگریزی الفاظ کو صوتی وزن پر باندھا گیا ہے۔

Vampire* Creative* Bartender*

Shapeshifter* Mafia* Sci-Fi*

☼

کیسی خوشبو ہے، لگا سارا زمانہ عشق ہے
عشق ہے اور عشق بھی یہ غائبانہ عشق ہے

دوستوں کو انگلیوں پہ گن رہا ہوں، سن ذرا
ان ستاروں سے ہمارا دوستانہ عشق ہے

ہے زمیں والا مگر اس کی چمک سورج سے ہے
چاند ہے، خورشید ہے اور صوفیانہ عشق ہے

سبز، نارنجی سے ہونٹوں کو جو چوما جائے ہے
یہ تمدن کا تصادم جارحانہ عشق ہے

لمس کی شدت سے سارا جسم سبزہ ہو گیا
پتھروں سے کائی کا جو والہانہ عشق ہے

میرے جوہر میں اگرچہ دو ہی دانے خاص ہیں
ایک دانہ بندگی کا، ایک دانہ عشق ہے

پھول کی پتی پہ ہے بُستی ہوئی شبنم کا تل
شبنمی ناسور یہ، شاید پرانا عشق ہے

آنکھ کے پردے پہ ہے آکاس بیلوں کا ہجوم
اور تصوف کا یہ پورا شاخسانہ عشق ہے

روٹھ کر مجھ سے، ترا بارش بہانا عشق ہے
بادلوں میں گھس کے واحد گڑگڑانا عشق ہے

☼

وہ رنگوں کو میری طرف نا اچھالے
کہ تھوڑے خدا کے لیے بھی بچالے

وہ بوڑھا مصور لکیروں سے بولا
خدا کینوس میں سے صورت نکالے

میں غصے میں اپنا ردھم توڑ بیٹھا
ہے دعوت اسے، آئے سُر کو اٹھالے

میں اپنی کشش کو بڑھانے لگا ہوں
ستارہ ذرا اپنی گردش سنبھالے

میں ذرّات گر اپنی جانب نہ کھینچوں
یہ کوتاہی لوح و قلم پھونک ڈالے

چمکتے چمکتے دھنک ہو گیا ہوں
مری روشنی میں نہا لے نہا لے

نئے زاویے سے مجھے کھینچتا ہے
ہتھیلی پہ اپنی تُو سرسوں جما لے

پری نے پروں کو پرے رکھ دیا تھا
وہ کہتی تھی مجھ سے، اٹھا لے اٹھا لے

وہ خاموش لوگوں پہ عاشق ہے واحدؔ
یہ سازِ دہن کون سا سر نکالے

☼

مہروں کی چال ڈھال میں جو امتزاج تھا
ہاری ہوئی بساط پہ بالغ سماج تھا

پیتا تھا وہ شرابِ عقیدت لہو کے ساتھ
دانش وری کا دیوتا مومن مزاج تھا

اگتی تھیں واں خدا سے عقیدت کی جھاڑیاں
بنجر زمینِ فکر تھی، اجڑا سماج تھا

حاکم کا حکم، شہر میں غربت حرام ہے
اور جرمِ ناگزیر وہاں کا رواج تھا

خرمست تھے ہزار عقیدوں کے درمیاں
مومن وہی تھا، جس کا عقیدہ اناج تھا

یکجا کیا وجود کو واحدؔ غزل غزل
چھڑ کا جو اُن پہ راگ وہ اُم السراج تھا

✵

محبت، مذہبِ یزداں کا سچا استعارہ ہے
جو شعلہ تو نے پکڑا ہے ستارے کا کنارا ہے

یہ مٹی راکھ ہے ٹھہرو، کسی مردہ ستارے کی
مرا جنا کی بدن دیکھو ستارہ ہی ستارہ ہے

نحوست فکر مرنے سے جنم لیتی ہے دنیا میں
شعوری رنگ پورا اوڑھ لینا استخارہ ہے

مجھے تو سبز روحیں دیکھ کر متلی سی ہوتی ہے
کہ جب سے سبز رنگوں سے گلابی رنگ ہارا ہے

مرے اندر کئی روحیں عبادت کرنے آتی ہیں
وہاں مندر، نہ مسجد ہے، نہ کوئی گردوارہ ہے

عقیدت کا ستارہ پھٹ گیا ہے خوفِ یزداں سے
جو آتش گیر مادہ ہے، خسارہ ہی خسارہ ہے

ستارے لفظ ہیں، اور کہکشائیں داستانیں ہیں
فلک اللہ والوں کی محبت کا شمارہ ہے

ہماری کہکشاں میں رقص کا معزول ہو جانا
کسی نے دائروں میں گھس کے اپنا عشق مارا ہے

ستارے بجھ رہے ہیں باری باری کہکشاؤں میں
یہ کالا آسماں واحد خدائی کا خسارہ ہے

☼

محبت جل رہی ہے اور ستارا بن رہا ہے
جنوں کا پہلا اصلی استعارہ بن رہا ہے

تری یادوں کی پرچھائیں کا شعلہ سر سے لپکا
تخیل کے ستارے کا کنارہ بن رہا ہے

جو سناٹا خلا میں دندنا کر گونجتا تھا
کلی کے پیٹ میں سمٹا دوبارہ بن رہا ہے

مری حِسّیں سمٹ کر ایک ہوتی جا رہی ہیں
مرے اندر یقیناً اک ادارہ بن رہا ہے

یہ خرّاٹے جو خُفتہ کینوس سے اٹھ رہے ہیں
تخیل کے برش سے استخارہ بن رہا ہے

برش کی نوک رنگوں کی زبانی بولتی ہے
جسے بھی کینوس میں سے پکارا، بن رہا ہے

شہادت کو جو انگشتِ میانہ کاٹتی ہے
کوئی ہیجان ہے، جس کا اشارہ بن رہا ہے

توجہ اندرونی سمت ہی مبذول رکھو
اسے ٹوکو نہیں واحدؔ خدارا بن رہا ہے

میں رولر کوسٹر میں بیٹھ کر نکلا ہوں واحدؔ
جنوں کے پیچ و خم ہی سے نظارہ بن رہا ہے

☼

لیلیٰ ہائے فکر نے جو گال پر بوسہ دیا
عشق میرا چپا کلیٹی چپا کلیٹی ہوگیا

عشق میرا در حقیقت فکر کی تعظیم ہے
کنفیوژن* سے بھرے مردہ خیالو، تخلیہ!

برگِ گل پر رکھ گئی جدّت کا موتی بادِ صبح
ہائے اس موتی کی انگڑائی میں شعلہ بھاپ کا

کچھ فرشتے کیری آ کی* کھیلتے پائے گئے
رات بھر افلاک پر بھی زندگی کا رقص تھا

آیتیں لایا تخیل کی، فرشتہ خاص ہے
بال و پر جبریل سے ملتے ہیں، سایہ سانپ کا

کھمبیوں کی فصل کو پروان چڑھنے کے لیے
چاہیے پاکیزگی سے اختلافی حوصلہ

پھول کی خوشبو حقیقت میں نئی افواہ تھی
پرُتجسس تتلیوں سے کہہ دیا ہے، تخلیہ!

پیر و مرشد! حسن میں کیفین* کی تاثیر ہے
ذہن میرا کھل گیا اور کھل کے چوکس ہوگیا

حسن پہلے صرف واحدؔ ذوق کا سامان تھا
رفتہ رفتہ پھر ہمارے موڈ* کا حصہ بنا

Mood * Caffeine * Karaoke * Confusion *

☼

خواب والی روشنی الہام کی تکمیل ہے
خواب کے پردے کا نوری کینوس انجیل ہے

سب چراغوں میں ہمارا خواب ہے پہلا چراغ
اس دیے کی نوک پر شعلہ سا جبرائیل ہے

ملٹی ٹیلنٹڈ* فرشتوں کی یہ پہلی کھیپ ہے
ایک پر جبریل ہے اور، ایک میکائیل ہے

اِنَّمَا الاَعْمَالُ بِالنِّیَّات کے امکان پر
تازہ تحقیقات ہی سے ذات کی تکمیل ہے

دھیرے دھیرے منہ کے اندر گھل رہی ہے چاکلیٹ
ہلکے پھلکے تازہ تازہ عشق کی ترسیل ہے

عشق کے پاکیزہ تحفوں میں ہے پہلا چاکلیٹ
سن رہے ہیں لیلیٰ ہائے عشق کی تمثیل ہے

روح محوِ عیش اندر، وقت کی رفتار سست
عشق کی ماری جوانا* کے سبب تعطیل ہے

لمس اندر گفتگو کرتا ہے شاعر کی طرح
سنسناہٹ کی کہانی مائلِ تکمیل ہے

خامیوں پر ہو بہو تحقیق ہونا چاہیے
شخصیت سازی مقدس فرض کی تکمیل ہے

نیند کی خوشبو سی آتی ہے تری آواز سے
لاشعور اندر مہکتی دھول میں تبدیل ہے

رازِ عشقِ اصل واحدؔ ہر طرح محفوظ ہے
ظرف میرا درحقیقت جادوئی زنبیل ہے

☼

ستاروں کا ازل سے آستاں ہو
مجھے معلوم ہے تم کہکشاں ہو

دھمالیں ڈالتے جڑواں ستارے
کشش جیسے دلوں کے درمیاں ہو

اسے اندر اتارا جا رہا ہے
ہمارا عشق جیسے اطمناں ہو

مریدی میں نہیں ہے پیرِ کامل
تو چاہے فیض کا سیلِ رواں ہو

خدا ایوالو* ہو جاتا ہے فوراً
جنوں جب بھی خدا کا رازداں ہو

گھٹن یوں روشنی سے بڑھ رہی ہے
مرے اندر ستاروں کا دھواں ہو

مجسم شکل میں الٹا ڈھلے گا
کلی پانی میں اترے تو عیاں ہو

خوشامد، کاسہ لیسی، حیلہ سازی
عقیدت کورنش ہی سے بیاں ہو

تہجد پڑھ کے جوہر پُرسکوں ہے
وگرنہ آگ ہو، آتش فشاں ہو

تدبر سست کرتا جا رہا ہے
جنوں والوں کا جیسے امتحاں ہو

میں خود کو مائینس* کرتا ہوں واحدؔ
تعلق آپ دونوں میں رواں ہو

Minus* Evolve*

☼

شکم کی بھوک، مذہب، کیمیا ایجاد ہوتا ہے

زمیں کا فلسفہ تیرے لیے الحاد ہوتا ہے

زمیں انگور کے دانے برابر ہے ہتھیلی پر

مکاں میرا ز ماں کی قید سے آزاد ہوتا ہے

ذرا مشرق کو مغرب سے ملا کر تجربہ تو کر

تری قدرت کا کتنے فیصدی برباد ہوتا ہے

تخیل کو پرکھ لے تجربے کی ہر کسوٹی پر

یہی نقطہ بڑی تخلیق کی بنیاد ہوتا ہے

بشر کی زندگی لمحات کی کڑیوں سے بنتی ہے
انہیں ترتیب دینے سے جہاں آباد ہوتا ہے

ثلاثہ چشم ہوں، سیرِ درونِ ذات کرتا ہوں
مجھے ہر ایک منظر انگلیوں پر یاد ہوتا ہے

شکارِ حرفِ لوحِ زندگی قدرت سے کرتا ہے
شعور انسان کا واحد بڑا صیاد ہوتا ہے

☼

ابھی رنگِ جنوں تازہ ہے سائیں
کوئی اندر تلک پگھلا ہے سائیں

بلوچستان میں اترا ہے سائیں
گریٹر گیم* ہے، اتنا ہے سائیں

گوادر کا ہے چسکا چھوت والا
خدائے وقت کا تھوکا ہے سائیں

گریٹر گیم کا رفری* ہے دانا
اگرچہ آنکھ سے کانا ہے سائیں

مجھے جبرِ ش* سنائی دے رہی ہے
وزیرِ خارجہ ہکلا ہے سائیں

گوادر نفسیاتی مسئلہ ہے
خدائے وقت کا تحفہ ہے سائیں

نحوست بڑھ رہی ہے رفتہ رفتہ
گوادر پر ترا سایہ ہے سائیں

جو بچھو نے اتارا ہے بدن سے
گریٹر* سوچ کا چھلکا ہے سائیں

پیادے فیل بنتے جا رہے ہیں
کوئی شطرنج میں چیتا ہے سائیں

تمھیں کیوں فینٹسی* سا لگ رہا ہے؟
یقیں ہر طور سے سادہ ہے سائیں

جہاں شطرنج کی سرحد ہے واحد
وہ پاکستان کا صوبہ ہے سائیں

---

*Greater game *Referee *Gibberish

*Greater *Fantasy: انگریزی صوت پر ن غنہ کے ساتھ باندھا گیا ہے۔

☼

چاند تاروں کے پر نکل آئے
بے دماغوں کے سر نکل آئے

شمس اپنی کچھار میں اترا
اور پھر جانور نکل آئے

سارے تذلیل کے فوائد ہیں
قہقہے راہبر نکل آئے

اپنے اندر ہی ٹوٹنے والو
آج باہر کدھر نکل آئے

تیرا جوہر ہے غیر مستحکم
میرے ذرّے اگر نکل آئے

پھر تصوف کا بول بالا ہو
ایک صوفی کے پر نکل آئے

خاک چھانی جو اپنے قدموں کی
اپنے اندر سفر نکل آئے

پیٹ درگاہ میں دبا دیجے
بھوک جب معتبر نکل آئے

جب ضرورت سے بڑھ گیا واحدؔ
فیض ہم بانٹ کر نکل آئے

☼

منظر میں کوئی شور شرابا نہیں ہوا
اے داستان گو ابھی قصہ نہیں ہوا

چہرے پہ تھوڑے کُول سے جذبات پینٹ کر
پورا ہمارا آج بھی چسکا نہیں ہوا

پھر عشق ختم ہوگیا، بلکہ سگار بھی
ہم نے دھواں گلے سے اتارا، نہیں ہوا!

ماضی پرست حال میں موجود رہ گئے
فردا سے ان کا جسم گوارا نہیں ہوا

اس کے بدن کی راکھ میں دہری کشش سی تھی
لیکن دھوئیں کو عشق دوبارہ نہیں ہوا

گرچہ وہ کہکشاں میں توازن سے ہٹ گیا
تارے کو خودکشی کا اشارہ نہیں ہوا

جلتا رہا وہ ذات میں دیکھے بغیر اور
کہتا رہا کہ عشق ستارا نہیں ہوا

متلی سی ہو رہی ہے مری آنکھ میں عجب
شاید اسے بھی ہضم نظارا نہیں ہوا

واحدؔ اگرچہ عشق کا امکاں بدل گیا
صوفی کو اجتہاد کا یارا نہیں ہوا

☼

مجھے وہ رنگ دیتا ہے کہ میں تخصیص ہو جاؤں
جواباً میں بھی اس کے اُنس کی تانیس ہو جاؤں

ترے رنگوں کو ظاہر ہے کہ استثنا نہیں حاصل
میں تیرا رنگ اوڑھوں، کیا خبر ابلیس ہو جاؤں

کشش کی خاصیت سے تو مجھے بھی پُر کشش کر دے
میں تیرا لمس پاؤں اور مقناطیس ہو جاؤں

مجھے حیرت ہے وہ دلچسپ لوگوں سے نہیں ملتا
وگرنہ میں لبادہ اوڑھ کر ابلیس ہو جاؤں

مرا انگور کے دانے سے رشتہ ہے عقیدت کا
وگرنہ بادہ خوارو میں ابھی تشخیص ہو جاؤں

مجھے تو درمیانِ گفتگو آنے نہیں دیتا
تری لکنت کو ڈھانپوں، میں تری تلبیس ہو جاؤں

ترے انوار میں تھوڑی سی پیلاہٹ بھی ہے واحدؔ
مجھے موقع دے، تیرے نور کی تلخیص ہو جاؤں

☼

ایک انداز ہو، حقیقت ہو
لیکن افسوس ہے صد ومت ہو

بغض، کینہ، جلن، عداوت ہو
ان جراثیم کی شفاعت ہو

خشک لکڑی ہے راز سے واقف
آخری آگ کو اجازت ہو

کاش ادرک سا میرا مرشد ہو
اور پھپھوندی کو مجھ سے نفرت ہو

ایک لہسن ہے جو ولی ٹھہرا
ایسی یکتا اگر بصیرت ہو

جو کھجوریں سکھا کے رکھی ہیں
خشک روحوں کو کیوں ولایت ہو

اب غلاظت سے پھوٹنے والی
روشنائی کی بھی طہارت ہو

شاہ، گھوڑا، وزیر، فیل سبھی
کاش ان کی رگوں میں غیرت ہوں

کتنا جامع خیال ہے واحدؔ
ایک آتش فشاں بغاوت ہو

☼

تمھارا حسنِ تفکر ہوا شفا کے لیے
ہمارا شعلہ تخیل کے ارتقا کے لیے

لگادوں پر تجھے جبریل کے میں پروانے
اڑاؤں تجھ کو تجلی کی انتہا کے لیے

یہ کیسا نور ہے، بھیگا ہوا ہے پانی میں
نگاہِ عشق سنبھالو ذرا خدا کے لیے

تمھاری حسِ لطیفہ سنائی دیتی ہے
یہ کان دوڑتے آتے ہیں پھر صدا کے لیے

شعاعِ نور سنہری، حسینؑ ہے شاید
چلا تھا نورِ محمدؐ ہی کربلا کے لیے

ہمارے ہاتھ پہ بیٹھی پروں پہ ملتی ہے
وہ سات رنگ جو تتلی نے ماورا کے لیے

ہماری آنکھ میں اترو تو فیض پا جاؤ
کمال آنکھ ہے واحد خدا کے حنا کے لیے

٭

جنوں ہیجان انگشتِ میانہ
ہوئے ہیں کان انگشتِ میانہ

دھواں چاروں طرف سے اٹھ رہا ہے
بھلے نا مان انگشتِ میانہ

برادہ کر دیے ہیں پیر سائیں
مرے اوسان، انگشتِ میانہ

میں اپنے خواب جینے جا رہا ہوں
ترا سمّان، انگشتِ میانہ

کہانی ہے، نہ ہی کردار کوئی
فقط عنوان، انگشتِ میانہ

جسے لگتا ہے جن آتا ہے مجھ پر
کبھی شیطان، انگشتِ میانہ

میں اپنی راکھ سے اُٹھّا ہوں واحدؔ
نہ چاہے مان، انگشتِ میانہ

☼

تجھے فینیکس* جو دکھتا ہے سائیں
وہ آتش گیر سا بندہ ہے سائیں

یہ امکانات کا چسکا ہے سائیں
سمندر ہر طرف بہتا ہے سائیں

لبوں پر رقص میں رہتا ہے سائیں
بڑے امکان کا لہجہ ہے سائیں

کلاسک* عشق ہے اتنا ہے سائیں
پرندہ راکھ سے اٹھتا ہے سائیں

اگرچہ عشق میں لاجک* نہیں ہے
مگر لاجک بھرا اعلیٰ ہے سائیں

پرانے رنگ صدقہ کر دیے ہیں
برش پر عشق کا لہجہ ہے سائیں

ہرا جو سرخ ہوتا جا رہا ہے
جنوں میں کیکڑا پکتا ہے سائیں

مجھے تجھ پر یہ حیرت ہے سمندر
تو اندر کس طرح رہتا ہے سائیں

یہ گہرائی خراشِ عشق ہے اور
سمندر ذات میں رستا ہے سائیں

مجھے سرفِنگ* کا گہرا شوق ہے اور
تری لہروں میں بھی کینہ ہے سائیں

اسے کچرے سے کھانا مل رہا ہے
مکوڑا تو یوں ہی پلتا ہے سائیں

وہ بچہ مر گیا ہے اپنے اندر
فقط خواجہ سرا زندہ ہے سائیں

جنوں کے رقص کے دوران واحدؔ
مکمل تخلیہ ہوتا ہے سائیں

✿

یہ گلابی بہت ہی سادہ ہے
سارے رنگوں کی گرچہ ملکہ ہے

ہر طرف نور کا برادہ ہے
خام حکمت سے استفادہ ہے

آخری چال چلنے والا ہوں
میرا گھوڑا ہے یا پیادہ ہے

آخری حِس جگا رہا ہے کوئی
آخری رقص کا ارداہ ہے

ایک ''ہندسہ'' خدائے برتر ہے
ایک ہندسہ جو صفر ہے، ''لا'' ہے

دائرہ اصل میں توازن ہے
ورنہ عالم فقط برادہ ہے

ایک تصویر پانی پانی ہے
ایک آنسو ہے، اک ستارا ہے

اس کے انباکس میں دھرا آنسو
زندگی میں اکیلا سجدہ ہے

پانچ شعلے چراغ کے واحد
پانچ شعلوں سے دست بنتا ہے

✵

تو نے پھونک ماری ہے لازمی تو بھی حوصلوں کا شکار ہے

نہ بجھا نا میرے دیے کی لو، تری آگ ہے جو سوار ہے

جو سفید نور کے چیتھڑے، مرے گرد محوِ طواف ہیں

ترے اجتہاد کی بجلیاں، تری روشنی کا فشار ہے

تری روشنی ہے مہک مہک، مری روشنی ہے دھواں دھواں

میں ستارگاں کا سحاب ہوں، تو چراغِ شانِ مزار ہے

تجھے اپنے نور پہ ناز ہے، ذرا کھیل مجھ سے کشش کشش

جو سیاہ غار ہے آنکھ میں، تری روشنی کا مزار ہے

مری کیفیت کے علوم سے، تری کیفیت کے علوم تک

مری روشنی کے نقوش ہیں، تری روشنی کا خمار ہے

تجھے روشنی سے شغف نہیں، مجھے کیفیت کی تلاش ہے
وہ چڑھا ہوا ہے جو آنکھ پر، وہی روشنی کا بخار ہے

میں سفید ہوں، تو ہرا بھرا، یہ جو ذائقے ہیں جدا جدا
یہی کیفیت کے علوم ہیں، یہی روشنی کا خمار ہے

مری ابتدائی نحوستیں، تری روشنی کے طفیل تھیں
میں ہوں روشنی میں جلا ہوا، مرا جسم نوری غبار ہے

میں جو روشنی کا مریض ہوں، یہ بھی عشق عشق کی بات ہے
مری آنکھ میں ہے جو کھلبلی، یہ کسی خدا کی پکار ہے

میں جگہ جگہ سے پھٹا ہوا، تو ہے روشنی سے سلا ہوا
میں خدا کے فضل و کرم سے ہوں، تو خدا کا پہلا شکار ہے

مری نفسیات ہیں روشنی، مری جینیات ہیں روشنی
مرے چار سو تری روشنی کا غبار جیسا حصار ہے

☼

درونِ ذات رنگوں میں پگھلتی شام باقی ہے
تخلیل رقص کرتا ہے، ابھی الہام باقی ہے

تخیل میری ایجادات میں گو سب سے اعلیٰ ہے
ابھی اس پر مرا کچھ تجرباتی کام باقی ہے

فصاحت دیومالا کا نیا کردار لگتا ہے
بلاغت کی پری کے حسن کا انجام باقی ہے

نبوت بعد اپنے عصری امکانات رکھتی ہے
مرا وجدان کہتا ہے ترا پیغام باقی ہے[1]

زمانہ نبض کی ہر تان پر تسبیح کرتا ہے
ادھورا جسم، جیسے دم کو آدھا جام باقی ہے

یہاں پر عنکبوتی خصلتیں بیدار ہوتی ہیں
یہاں جمہور کی دیوی پہ یہ الزام باقی ہے

سگِ خارش زدہ ہوں، استخوانی کھیل جیتا ہے
مرے آقا تری جانب مرا انعام باقی ہے

خمارِ حق پرستی ہو کہ مفروضاتی چلّے ہوں
ہمارے مے کدے میں نفسیاتی جام باقی ہے

خرد فہمی نے واحدؔ کو جہنم سے گزارا ہے
ہوا ہے پیٹ میں یا پھر ترا اسلام باقی ہے

۱۔ عاطف سعید کے شعر کے مصرع سے استفادہ کیا گیا ہے:
مجھے اِن قربتوں سے دوریوں کی باس آتی ہے
مرا وجدان کہتا ہے ’’ستارے مل نہیں سکتے‘‘

☼

بھوک سب سے بڑا اشارہ ہے
بھوکا سونا بھی استخارہ ہے

دیکھ ترکیب کتنی وحشی ہے
سیکس سب سے بڑا ادارہ ہے

پیدا ہوتے ہی جسم کا کھلنا
کیفیت پھر وہی دوبارہ ہے

ایک تسبیح ہاتھ میں سائیں
خوف دانوں میں سے گزارا ہے

یہ جو طاقت میں ہے کشش سائیں
تجھ کو تکذیب کا سہارا ہے

اس کی آنکھوں کو پوجنے والو
ایک پتھر ہے، اک ستارا ہے

لفظ کو اس طرح نہیں پکڑو
یہ معانی کا استعارہ ہے

چشمِ سوزن سے دیکھنے والو
دَم فرشتہ صفت گزارا ہے

عشق ترتیب سے نہیں واحدؔ
سالے! ترتیب میں خسارا ہے

☼

ہو رہی ہے سوچ میری جس طرح سے فرد فرد
بیٹھنے والی نہیں ہے ذہن کے ریشوں میں گرد

ذہن کے ریشوں پہ ہیں جو برف پوشی کے نشاں
موسمِ سرما ہے اندر، فکر کی گلیاں ہیں سرد

حوصلہ پہلا وبائی روگ تھا اہلِ زمیں
ہیں مگر محفوظ حاجت مند قومیں، ان کے مرد

ہاتھیوں کی جنگ میں بس دو ہی پہلو خاص ہیں
یا مدینہ، قادسیّہ، یا مدائن، یزدگرد

ایک لمحہ کے لیے یرموک سے ہو آئے جو
داخلی امکان کر سکتا نہیں وہ مسترَد

خامشی میری تکلم کے لیے تیار ہے
رنگ میرا ہو رہا ہے خوف سے ہی لاجورد

میری گردن میں حمائل وقت کا تعویز ہے
ہو رہی ہے زیست واحد لمحہ گرد گرد

☼

آنکھ اندر سے کاسنی ہوگی
اور پپوٹوں سے سرمئی ہوگی

شام دیوار سے لگی ہوگی
رات انگڑائی لے رہی ہوگی

کچھ شعاعیں بہت ہی شاطر تھیں
روشنی کام کر گئی ہوگی

لفظ افلاک سے اتر آئے
بدشگونی کوئی ہوئی ہوگی

میں نے پیڑوں کو گالیاں دی تھیں
پوری بستی اجڑ گئی ہوگی

اس کی سانسوں کا عکس گردن پر
کیا جنونی مصوری ہو گی

میری شاخوں پہ پھول اُگتے ہیں
تتلیوں سے بھی دل لگی ہو گی

پھر ہوائی سفر کی نیّت ہے
پھر سے بادل میں شاعری ہو گی

تھوڑی تھوڑی شگفتگی واحدؔ
تھوڑی تھوڑی فلاسفی ہو گی

☼

گلابی رنگ پھیلا کر بیابانی کا شر مارا
برش تو نے جو مارا کینوس پر، مختصر مارا

ہماری چشمِ بینا، لانگ ایکسپوژر* کی ماہر ہے
سو منظر اس نے پردے پر نہایت معتبر مارا

طوالت، بات کے سرطان کی پہلی علامت ہے
سخن دانتوں دبا کر مختصر سے مختصر مارا

عجوبہ عشق ہے جس کے سبھی امکان منفی ہیں
ہماری عقل کو اس نے کیا زیر و زبر، مارا

جسے امکانِ ہست و بود کی راہیں بنانا تھیں
اسے خاکی خدا نے دیکھو کتنا سوچ کر مارا

دیے کی لو نے رقصِ بے خودی میں اپنے اعضا کو
توازن سے اِدھر مارا، توازن سے اُدھر مارا

ہمارے ہوش اڑ جائیں گے واحد ایک لمحے کو
توجہ مانگ کر اس نے توجہ سے اگر مارا

☼

فتویٰ ہائے کفر کی شمشیر پھر کھینچی تو کیا
جاہلوں نے آخری تدبیر پھر کھینچی تو کیا

میرے اندر کائناتی درد کا فقدان تھا
فکر نے اس درد سے تاخیر پھر کھینچی تو کیا

عشق والے جانور جب چر گئے فصلِ حیات
فکرِ دقیانوس کی زنجیر پھر کھینچی تو کیا

جی رہا تھا لمحہ ہائے ایزدی، پروردگار!
تو نے میرے ہاتھ سے تقدیر پھر کھینچی تو کیا

رات میرے خواب میں آئی تو پھر سوئی نہیں
روشنی سے نیند کی تدبیر پھر کھینچی تو کیا

میری تاریکی ہے میرے نور کا منفی اثر
تیرگی نے دیپ کی جاگیر پھر کھینچی تو کیا

ایک برقی لہر واحدؔ ذوق سے ٹکرا گئی
آہ جو ہیجان میں دلگیر پھر کھینچی تو کیا

☼

ہم بوالہوس تھے، کانچ کی دیوار پر گرے
مستانہ وار جسمِ طرح دار پر گرے

نفسانی خواہشات کے انگار پر گرے
بعد از وصال سائے سے شلوار پر گرے

پیروں سے گوندھتے ہوئے انگور، چڑھ گئی
وہ دائروں میں گھوم کے پرکار پر گرے

فطرت کوزاویوں میں نیا زاویہ ملا
جدّت کے سارے رنگ کلاکار پر گرے

یعنی گلاسِ سبز ہی چھونے کی دیر تھی
عظمت کے سارے برج جمعدار پر گرے

کانٹوں کے درمیان جوانی بسر ہوئی
مرجھا گئے جو پھول تو وہ خار پر گرے

بیٹھے رہے وجود کے بخیے ادھیڑ کر
اٹھنے لگے تو عظمتِ کردار پر گرے

ٹوٹے ستارگانِ حسینؑ کی چال دیکھ
سب آگ بن کے لشکرِ جرار پر گرے

واحدؔ بساطِ عشق پہ موقع ملا مگر
فیل و وزیر بادشاہ انکار پر گرے

☼

یہ ملکی وے* کا تبسم صریح اشارہ ہے
کہ اس کی ناف میں تعبیرِ استخارہ ہے

دھمالیں ڈالتے لاٹو طواف کرتے ہیں
تمام گولوں پہ خورشید کا اجارہ ہے

نظامِ شمس میں اولاد سارے سیارے
جو آفتاب ہے، والد کا استعارہ ہے

تضاد لازم و ملزوم ابتدا کے لیے
فِشن* برائے فیوژن*! تبھی ستارا ہے

تمھارا گرد اڑانا مثالِ نیبولا*
ہماری ذات کا سارا خلا تمھارا ہے

تمھاری آنکھ میں شعلے حسین لگتے ہیں
تمھاری آنکھ ہی پہلا پہل ستارا ہے

جھڑا ہے شمس سے واحد عجیب سیارہ
کہ جیسے شمس نے کچرا نکال مارا ہے

---

*Milkyway *Fission *Fusion *Nebula

☼

فلک کے خاص رتبوں پر ہیں فائز
ستارے جو ہیں باہم سنکرونائز*

ہوا ہے پیرِ گردوں موبلائز*
اٹھو اہلِ زمیں سب۔۔۔ آل رائز*

کیا ہے گردشوں کو ہپنا ٹائز*
زمیں دینے لگی ہے سرپرائز*

تری حکمت کے آڑے آ رہا ہے
ترے ابنارمل* بھیجے کا سائز*

جہاں رشوت کراماتِ فقیراں
بچھا کاغذ کے پتے، تھنک وائز*

یہاں توحید کا سرکس لگا ہے
یہاں جبریل کا بھی قتل جائز

دھرم تفسیر دقیانوس واحد
پرانے سانچے، فرسودہ ڈائز*

Synchronize* Mobilise* All rise* Hypnotize*
Surprise* Abnormal* Size* Think wise* Dies*

جب نور رہے نا تاروں میں
اور برف جمے انگاروں میں

جب وقت کے دھارے وحشی ہوں
جب آگ لگے سیاروں میں

جب روگ ہو قطبی تارے کو
اور جنگ ہو سات ستاروں میں

جب اوندھی ہوں قطبی سمتیں
اور عشق زمین کناروں میں

پھر عشق کا اصلی دور چلے
سب عشق کے دعویداروں میں

جب صفر اکائی بن جائے
اور بیٹھ سکے شہکاروں میں

یا کوڑھ کی فصلیں پک جائیں
جب ذہن کے اندھے غاروں میں

جب نسل ہی اندھی ہو جائے
اور بات ہو صرف اشاروں میں

در چھوڑ مہاجر ہو دیمک
جب رزق نہ ہو دیواروں میں

ہر رنگ میں فتویٰ جاری ہو
اور رنگ بھریں کفاروں میں

جب آنکھ لگے نا واحد کی
نا گنتی ہو بیداروں میں

آج ایکٹِو* ہے تخلیہ صاحب
میرے اندر ڈھکا چھپا صاحب

تو ہے اِکّا تو میں بھی ہوں جوکر
تین پتی! لگا، لگا صاحب

لفظ سجدے میں گر گئے سارے
عشق تاثیر کھا گیا صاحب

میں ہرا ہوں اگرچہ باہر سے
اور اندر سے دو دھیا صاحب

اس طرح سے دُعا نہیں مانگو
خوف ہوتا نہیں دُعا صاحب

تجھ کو تنہائی کی ضرورت ہے
میں سراپا ڈھکا چھپا صاحب

دن کے آنسو بھی میں نے پونچھے ہیں
منہ بھی چوما ہے رات کا صاحب

بادلوں سے گزر کے آیا ہوں
پتہ بہ پتہ حسن ہے ہوا صاحب

اشک آنکھوں سے جب گرا واحد
کھل گیا بند راستہ صاحب

[*] Active انگریزی سے صوت پر باندھا گیا ہے چنانچہ ایکٹو کی 'ی' گرادی گئی ہے۔

☼

لے! کھولتا ہوں راز، ذرا سنسنی رہے

آنسو مرے بہشت میں بھی دوزخی رہے

میں کھینچتا رہوں یہاں نقش ونگارِ عشق

اے نازنین! حُسن ترا کاغذی رہے

ڈالا ہے علم وشوق میں عشقِ خدا کا رنگ

قصے میں حسن، دلکشی اورچاشنی رہے

محور پہ گھومتا ہوا تیرے سپرد ہوں

پھر اس کے بعد رقص رہے، بے خودی رہے

وہ جسم ہے یا دائروں میں تیرتے نجوم
وہ کہکشاں وجود یونہی گھومتی رہے

بارش کے بعد چرخ پہ سچے اصیل رنگ
ہمراہ میکائیل یونہی بے خودی رہے

واحد ہمارے گرد ستاروں کا رقص تھا
ہم کہکشاں کی آنکھ تھے، سو مرکزی رہے

☼

ہر داستاں میں ایک ہے کردار۔۔۔عشق عشق
ہر داستاں میں جھوٹ کی مقدار عشق عشق

یہ دائرے نہیں مری سرکار۔۔۔عشق عشق
جو ہر کے پاس ایک ہے پرکار۔۔۔عشق عشق

تو نور ہے سو نور کی رفتار عشق عشق
یعنی کہ تجھ میں برسرِ پیکار عشق عشق

قوسِ قزح میں تہ بہ تہ تیار عشق عشق
پانی نہیں، ہے مایا کلاکار عشق عشق

سورج میں چاند میں ہے لگاتار عشق عشق
ہر دن میں جذب رات کی مقدار عشق عشق

آب و ہوا بھی خاک بھی، انگار۔۔۔ عشق عشق
یعنی کہ میرا پورا پریوار عشق عشق

واللہ میری شکل میں معکوس ڈھل گیا
پانی کی بوند بوند گرہ دار عشق عشق

اپنی تجلیات کا احساس جب ہوا
عقدہ کھلا ہے وقت کی رفتار عشق عشق

اپنے ہی گرد رقص نے مقنا دیا مجھے
یعنی کہ خود پہ ذات کا اظہار عشق عشق

چنگاریوں کا رقص، دھواں راکھ راکھ جاں
وہ پھلجھڑی عظیم اداکار۔۔۔ عشق عشق

مربوط فکر، تازگی سرکار عشق عشق
واحدؔ خرد کا جوہری ہتھیار عشق عشق

☼

روح جب آگ کو نگلتی ہے
دھوپ تب رات میں اترتی ہے

اپنی حِسّوں میں رابطہ رکھنا
روشنی صورتیں بدلتی ہے

تیری آنکھ جل گئی ہوگی
اندروں تیرگی مچلتی ہے

ساری آہیں قطار میں رکھنا
آہ باری پہ ہی نکلتی ہے

اشک حیرت اتار کر نکلا
آنکھ شرمندگی میں ڈھلتی ہے

چاندنی شمس سے نہیں بنتی
پہلے مہتاب سے پھسلتی ہے

برق دھاڑی ہے بادلوں میں جو
شیرنی گھاٹ میں اترتی ہے

چاکلیٹی سی خوشبوئیں پہنے
وہ مرا ذائقہ سمجھتی ہے

میری دھڑکن پہ ہے ترا سایہ
دیکھ باقاعدہ اچھلتی ہے

نور کی کھال کھینچنے کے لیے
تیرگی ساتھ ساتھ چلتی ہے

آنکھ محتاط ہے بہت واحدؔ
روشنی ماپ کر نکلتی ہے

✡

فلک میں گر ستارے پر ستارہ چل رہا ہے
یہ میرٹ اصل میں اوقات مارا چل رہا ہے

مجھے جوہر کی پرتیں یوں دکھائی دے رہی ہیں
یقیناً میرے اندر استخارہ چل رہا ہے

ڈِزائن* کی زباں میں سوچتا ہوں مسئلوں کو
سبھی نقطوں کا تفصیلی نظارہ چل رہا ہے

میں آواگون کی منظر کشی کرنے لگا ہوں
برش کہنہ تصور پر دوبارہ چل رہا ہے

ہماری جاودانی رانگ نمبر ہے وگرنہ
خدا کی بے نیازی پر گزارا چل رہا ہے

وہ خود کو بے کراں وسعت سے بھی منوا چکا ہے
جو دریا بحر میں ہے، بے کنارا چل رہا ہے

اسے اینٹیک* چیزوں سے بہت رغبت ہے واحدؔ
پرانا عشق اندر جو اتارا چل رہا ہے

میرے اندر اتر گیا صاحب
جامِ ہستی کا حوصلہ صاحب

آسماں بات کرنے والا ہے
دھول صدقے، اڑا، اڑا صاحب

خون اندر جڑیں پکڑتا ہے
یار باہر ہرا بھرا صاحب

وہ مرے لمس کو سمجھتا تھا
بیچ میں آ گیا خدا صاحب

آسماں زوم کر کے دیکھا ہے
ہر ستارا ہے کربلا صاحب

میرے اندر سکونِ کامِل ہے
مجھ کو اندر ہلا چلا صاحب

جتنے مومن تھے سب سیانے تھے
ایک آدھا بچا کھچا صاحب

شمس تبریز، رومی و سعدی
وقت تاریخ کھا گیا صاحب

آج لمحے شعور کے طابع
کرنے آئے مکالمہ صاحب

وہ مرے رنگ کو سمجھتا ہے
سادہ سادہ سا ہے خدا صاحب

تو بھی سادہ مزاج ہے واحدؔ
وہ بھی سادہ سا اژدھا صاحب

☼

ذہن ہے معکوس میرا، سوچتا ہے مختلف
گاہے گاہے چیختا ہے، چیختا ہے مختلف

زاویہ دونوں کا مرکز سے اگرچہ ایک ہے
دائرے چھوٹے بڑے ہیں، فاصلہ ہے مختلف

اس تعلق کے لیے بس تابکاری شرط ہے
عشق میں دونوں طرف سے رابطہ ہے مختلف

گرم جوشی میں کئی درجے کی تبدیلی ہے کیوں؟
تیری انگڑائی کا تازہ زاویہ ہے مختلف

آیت و تفسیر میں جو اختلافِ رائے ہے
دونوں جانب ہی خدا ہے، اور خدا ہے مختلف

اے خدایا، تو یقیناً بھوک سے پیدا ہوا
تیرا دعویٰ، تو سمجھ سے ماورا ہے مختلف

دھیرے دھیرے تو بھی واحد ساز کو ہلکان کر
سامنے ہے مطربہ اور مطربہ ہے مختلف

☼

دوزخ کی آگ میری خریدار اب نہیں
لگتا ہے اپنا عشق سمجھدار اب نہیں

یہ دائرے ہیں عشق سے، انکار اب نہیں
جو ہر کے پاس دوسری پرکار اب نہیں

پردہ اٹھے گا، آپ بھی پہچان جائیں گے
جوہر ہے، کوئی نیم کلا کار اب نہیں

جچتا ہے صرف آپ پہ کچا چڑھا ہوا
یعنی ہمارا رنگ جو تیار اب نہیں

دیکھے ہیں میں نے ٹوٹے ستارے کے دستخط
امبر کو کاغذات سے انکار اب نہیں

منظر کوئی بھی آنکھ کے اندر نہ اگ سکا
پردہ ہے چونکہ آنکھ میں، دیوار اب نہیں

رنگوں کے ہیر پھیر میں شائستگی برت
ہر شوخ رنگ ایک سا انگار اب نہیں

دیکھے نہیں جو کچھ دنوں سے خواب منفرد
کھلتا گیا وہ نیند میں بیدار اب نہیں

واحدؔ ہماری آنکھ میں یزداں کے واسطے
پوری نہیں ہے خوف کی مقدار، اب نہیں

☼

خدا سے بات کرنے کا ارادہ کرلیا ہے
ضرورت کو چنانچہ اور سادہ کرلیا ہے

خدا پر اپنے تھیسز کے اواخر میں انھوں نے
ہماری فکر سے بھی استفادہ کرلیا ہے

جگر تھامے ہوئے جوہر کے ذرّے رقص میں ہیں
مرے دل نے دھڑکنے کا ارادہ کرلیا ہے

خدا نے اپنے احکامات آٹومیٹ* کر کے
لگے ہاتھوں عوامل کو بھی سادہ کرلیا ہے

اسے شطرنج کی چالیں سجھائی دے رہی ہیں
وزارت ہار کر اس نے پیادہ کرلیا ہے

وہ اپنی فکر سے چپٹے ہیں دیمک کی طرح اور
انھوں نے خود کو اندر سے برادہ کرلیا ہے

لطافت التوا میں ڈال بیٹھا ہے جو پانی
ہماری آگ نے شعلہ زیادہ کرلیا ہے

لطافت کا مزہ چکھے گا دہکے ہونٹ چھوکر
ہماری آگ سے پانی نے وعدہ کرلیا ہے

وہ آتش گیر رنگوں سے بہت مانوس واحد*
انھوں نے جارحیت کولبادہ کرلیا ہے

---

* Automate

☼

ستارا بن کے بھی باریکیت رکھتے ہیں سائیں
یہ ذرے دیومالائی صفت رکھتے ہیں سائیں

وہ شعلے جو نمایاں حیثیت رکھتے ہیں سائیں
ستارے کہکشاں کی شہریت رکھتے ہیں سائیں

مجھے معلوم ہے معصومیت رکھتے ہیں سائیں
ستارے اضطراری کیفیت رکھتے ہیں سائیں

ستارے کہکشاں سے جو لپٹ کر جھومتے ہیں
وہ سرمستی کی خالص کیفیت رکھتے ہیں سائیں

مرا سیارگاں کو دیکھ کر پختہ یقیں ہے
ستارے سارے اپنی آخرت رکھتے ہیں سائیں

میں ناقص قوم کو انساں بنانا چاہتا ہوں
فرشتے صرف ذاتی حیثیت رکھتے ہیں سائیں

سنو! گرگٹ کے سارے رنگ، پیلا، سرخ، نیلا
مناسب وقت ہی پر اہمیت رکھتے ہیں سائیں

تدبر، حوصلہ، عشق و تنفر، خوف سارے
تشدد کی اضافی خاصیت رکھتے ہیں سائیں

زمانے کے مطابق جو حدیثیں گھڑ کے لائیں
عقیدے میں وہ اصلاً دہریت رکھتے ہیں سائیں

وہ لیزر ڈاٹ کا جیسے تعاقب کر رہی ہے
یقیناً ہم کسی پر فوقیت رکھتے ہیں سائیں

تجھے معلوم ہونا چاہیے، فتوے میں واحد
عوامی فائدے کیا اہمیت رکھتے ہے سائیں

☼

ہری خودرَو سی رنگت بارہا مرہم ہی لگتی ہے
امر کی بیل پنجوں میں مگر برہم ہی لگتی ہے

مجھے لہسن وَ ادرک بارہا صوفی سے لگتے ہیں
فقط ایمان ہے جس کو پھپھوندی کم ہی لگتی ہے

شرابِ عشق کی چُسکی پہ چُسکی، ساتھ میں اس کے
یہ کافی کی پیالی دوسرا عالم ہی لگتی ہے

سبھی الفاظ خانوں میں سنبھل کر چال چلتے ہیں
غزل شطرنج کے پھیلے ہوئے کالم ہی لگتی ہے

ثلاثہ چشم پر کتنا کمینہ پاسورڈ ہے جو
مناظر کی رسائی آتما تک کم ہی لگتی ہے

یہ فیضِ بے خودی ہے جو دیے کی مست رقاصہ
ہوا کے بازوؤں میں گھومتی سالم ہی لگتی ہے

وہ لمحہ، فیصلہ سازی کا لمحہ آگ ہوتا ہے
کئی زخموں پہ جلتے نور کی مرہم ہی لگتی ہے

افق پر بدلیاں سونے کے پانی میں نہاتی ہیں
مخالف سمت سے کالی گھٹا برہم ہی لگتی ہے

گلوں کی نسل ہم سے ہی یہاں منسوب ہے واحدؔ
ہماری روح خوشبودار، تازہ دم ہی لگتی ہے

☼

یقین بات کو اندر تلک ہلا دے گا
جنون لفظ ہی دیوار سے لگا دے گا

نفیس رنگ ہے، موسم پہ گر چڑھا دے گا
ہرے شجر پہ گلابی ثمر اگا دے گا

تِرا یقین کہ تسبیح دائرہ ہوگی
مجھے یقین ہے پھندہ ہی راستہ دے گا

نظامِ عشق میں خورشید قلبِ صادق ہے
کشش میں آئے تو مجذوب ہی بنا دے گا

دھواں جو راکھ کا اٹھا تو پُر کشش ہوگا
ہر ایک ذرہ ہی سایہ جدا جدا دے گا

دعائیں شعلہ بنیں، سب جلا دیا سائیں
خبر نہ تھی کہ خدا آگ کو ہوا دے گا

اسے نہ جوش دلاؤ، رحیم قادر ہے
تمھاری ذات کو رحمت سے ہی جلا دے گا

تمھارا ہونٹ جو مہکا ہوا ہے کافی سے
ہمارے عشق کو امکان ہی نیا دے گا

تمام حِسّیں ملاؤ، خدا قسم واحدؔ
اخیر سانس کا جھٹکا غضب مزا دے گا

☼

مجھے سورج کے ڈھلنے پر اگر ایمان ہے سائیں
ستاروں کے چمکنے کا یہی امکان ہے سائیں

زمیں پر پہلا آنسو جو گرا، اشکِ ندامت تھا
خوشی کا اشک سالوں بعد کا امکان ہے سائیں

میں نابینا تھا، اور پھر انگلیوں پر آنکھ اُگتی ہے
بصارت لمس میں بھی دیکھ لے ہلکان ہے سائیں

کبھی تو پائین ایپل* اور دہی کا رائتہ بنوا
تضادِ ذات گہرے عشق کا امکان ہے سائیں

خرد کی آٹومیشن* درحقیقت اسمِ اعظم ہے
تمھارا عشق جھوٹا جوہری سامان ہے سائیں

بظاہر آٹومیشن تھوڑی سیمابی سی لگتی ہے
مگر یہ سنّتِ یزداں، یہی ایمان ہے سائیں

خدا کا موڈ* تخلیقی رہا ہے روزِ اوّل سے
تمھارے ذوق میں تحسین کا فقدان ہے سائیں

تو روزِ حشر اپنے مست ڈی این اے* سے پھوٹے گا
یہ تیرا بیج تیرے حشر کا سامان ہے سائیں

اگرچہ پرخطر واحد ہے ایمازون* کا جنگل
خدا کے ساتھ سیلفی کا یہی امکان ہے سائیں

Mood* Automation* Pineapple*
Amazon* DNA*

☼

محبت روشنی ہے، روشنی ذرّات ہیں گویا
ترے منشور سے بکھرے یہ امکانات ہیں گویا

تمدن، عشق، مذہب، جان، علم و عقل و سرمستی
دھنک کے رنگ ہیں اور سات عنوانات ہیں گویا

زباں میں ایسی بے باکی، چلن میں ایسی برّاقی
بدن میں ابنِ آدم کے نئے آلات ہیں گویا

تعصب بھی لہو کو سرخ رکھنے کا بہانہ ہے
وگرنہ چانکیِ * مضمون معقولات ہیں گویا

عطارد، مشتری، زہرہ، قمر، خورشید قسمت کے
مداروں کی تنی رسی میں تعویذات ہیں گویا

قمر کی دوسری جانب بھی آنکھیں دیکھ سکتی ہیں
مگر ہر شخص کی اپنی ہی ترجیحات ہیں گویا

* ہندوستان کا معروف ہندو دانش ور کوٹلیہ چانکیہ ''ارتھ شاستر'' کا مصنف۔

کشش کی ڈور سے باندھا ہے موجوداتِ باطن کو
تری ہستی میں لامحدود امکانات ہیں گویا

زمانہ منطقی انجام کی جانب سرکتا ہے
عرب کی ریت کے نیچے نئے حالات ہیں گویا

میں آدم، نوح، موسیٰ، دورِ عیسیٰ سے گزرتا ہوں
مرے اندر کئی بیتے ہوئے لمحات ہیں گویا

چلن، لہجہ، نظر اور گفتگو عمدہ سے عمدہ تر
سماجی خواندگی کے اپنے احسانات ہیں گویا

مرا مسلک بشر ہے اور ترا مسلک خداوندی
مگر یہ خود پرستی ہی کی ایجادات ہیں گویا

تجسس، شوق، تعمیری حدوں میں لطف دیتے ہیں
سماجی زندگی کے زندہ معیارات ہیں گویا

میں جوہر ہوں، مرا واحد ہنر بس تابکاری ہے
مرے اندر توانائی، مرے جذبات ہیں گویا

☼

اگرچہ شہد میں گوندھا نہیں تھا
تمھارا ذائقہ بدلا نہیں تھا

ترے الفاظ ہی سوکھے ہوئے تھے
صحیفہ اس لیے اترا نہیں تھا

میں اس کی آنکھ میں اترا تو جانا
کہ اس کی آنکھ میں پردہ نہیں تھا

شعاعیں چیرتی تھیں آنکھ میری
میں سسکا تھا، میں چلّایا نہیں تھا

میں اپنے رحم سے پیدا ہوا ہوں
کسی سے خود کو جنوایا نہیں تھا

ہماری خود کلامی اسمِ اعظم
ہماری عقل پہ سایہ نہیں تھا

خدائی عشق کو چھوتے ہوئے بھی
میں تڑپا تھا، میں گھبرایا نہیں تھا

کہا تھا وقت کے گھنگرو تو پہنو
سو اس نے پیر تھرکایا نہیں تھا

خدائی معجزوں کی داستاں میں
ہمارا نام تک آیا نہیں تھا

مجھے جس راگ سے وحشت نہیں تھی
خدا نے وہ ہی بجوایا نہیں تھا

میں مجنوں کو بتانا چاہتا ہوں
وہ بنجر عشق میں پہلا نہیں تھا

نہیں، جل کر ستارا بن نہ پایا
مجھے تو نے تو اکسایا نہیں تھا

تری تخلیق پر تحقیق کی ہے
خیالِ کن کبھی تیرا نہیں تھا

جلایا جس نے میرے زاویوں کو
حرارت اس کا سرمایہ نہیں تھا

نکلتا کس طرح وہ کہکشاں سے
کہ سورج بھی مرا نطفہ نہیں تھا

افق پر قرمزی رنگوں کی بارش
وہ میری روح تھی، سایہ نہیں تھا

تھیں حرف وصوت کی آکاس بیلیں
سو واحد پیچ یہ سادہ نہیں تھا

☼

صدا کو گونج کے اندر گھمایا جا رہا ہے
مجھے الفاظ کا منظر دکھایا جا رہا ہے

مرا یہ قہقہہ آواز کا موتی بنے گا
تواتر سے مجھے اندر سنایا جا رہا ہے

مرے معبود نے کل خواب میں شیطان دیکھا
مرے ہر بال و پر کو کیوں جلایا جا رہا ہے

مجھے اللہ سے قربت کی خوشبو آ رہی ہے
سرِ راہِ جہنم کیا بچھایا جا رہا ہے

کمی کچھ رہ گئی تخلیق سازی کے عمل میں
مرے رنگوں میں سایہ بھی ملایا جا رہا ہے

حمامِ عشق ہے آؤ، برہنہ جسم آؤ
یہاں عشقِ خدا میں ہی نہایا جا رہا ہے

معلق کر کے تاریکی کو چاروں سمت واحد
کواکب کو مداروں میں گھمایا جا رہا ہے

☼

اگرچہ چُوتیا ہوتا ہے سائیں
تجسس معجزہ ہوتا ہے سائیں

جنوں بھی کانچ کا ہوتا ہے سائیں
وہ کچا عشق تھا، ہوتا ہے سائیں

لہو جب کربلا، ہوتا ہے سائیں
مقدس حادثہ ہوتا ہے سائیں

بدی ابلیس کا ناسٹیلجیا* ہے
بڑوں میں دیرپا ہوتا ہے سائیں

خدا کا عاشقِ اصلی جنوں میں
بظاہر دہریہ ہوتا ہے سائیں

خدا بھی شوخ سا لگتا ہے مجھ کو
جنوں جب شوخ سا ہوتا ہے سائیں

یہ ماہنجودڑو بھی فینٹسی* ہے
زمانہ ڈھول تھا، ہوتا ہے سائیں

صحیفہ جھاڑ کر دیکھا ہے میں نے
مقدر گرد کا ہوتا ہے سائیں

کتب خانہ ہے آثارِ قدیمہ
کبھی تہذیب تھا، ہوتا ہے سائیں

ثلاثہ چشم کا پردہ ہے مُردہ
یہ کالا موتیا ہوتا ہے سائیں

اداروں میں بدن کے مخلصانہ
کہیں تو رابطہ ہوتا ہے سائیں

برائے ذہن سازی شرح اندر
برابر حاشیہ ہوتا ہے سائیں

جہاں پر سانس دفناتا ہوں واحدؔ
یقیناً پھیپھڑا ہوتا ہے سائیں

---

* Nostalgia Fantasy*

☼

یہ تاریکی یقیناً اشتہائے روشنی ہے
مرے اندر کا صوفی ماورائے روشنی ہے

ستارے راکھ ہوتے جا رہے ہیں باری باری
یہ تاریکی بظاہر خاکِ پائے روشنی ہے

یہ جگنو زادیاں میری چمکتی ہیں حیا سے
مرے گھر آؤ! دیکھو! اجتماعِ روشنی ہے

ابھی تو نفسیاتِ چشم سے واقف نہیں ہے
جہاں بھی آنکھ تھوڑا ہچکچائے، روشنی ہے

ہماری آنکھ بس تاریکیاں ہی دیکھتی ہے
عیاں ہوتا ہے جتنا ماسوائے روشنی ہے

مصور نے کلر* تصویر میں معکوس رکھے
یہ تاریکی حقیقت میں خدائے روشنی ہے

جہاں پر عقل پژمردہ ہو، سمجھو تیرگی ہے
جہاں بھی فکر کھل کر مسکرائے روشنی ہے

ترے اعمال کی ہر پنچ لائن* اسمِ اعظم
یقیناً تو سراپا ہمنوائے روشنی ہے

ضرورت کے مطابق ساتھ رکھ لیتا ہوں واحدؔ
ضرورت سے زیادہ تو بلائے روشنی ہے

Punch line* Color*

☼

زمیں آنکھوں سے بہتے نیلگوں پانی میں رہتی ہے
یہ نیلی جل پری اندر کی طغیانی میں رہتی ہے

کلی کھلتی ہے، گویا اوپرا کا پردہ اٹھتا ہے
پھر اس کے بعد خوشبو رقصِ وجدانی میں رہتی ہے

اسے چھونا نہیں، جذبات سے انگار پھوٹیں گے
وہ برقی رَو سراپا حشر سامانی میں رہتی ہے

گزرتے وقت کی مقدار چٹکی بھر کے ڈالی ہے
مری تقدیر واللہ خوب آسانی میں رہتی ہے

بشر کی انفرادیت کو کھاجاتا ہے فیشن اور
حقیقی شخصیت اندھوں کی نگرانی میں رہتی ہے

وہ جادوگر ہوں، جس کا ایک بھی جادو نہیں چلتا
سوائے یہ کہ میری روح آسانی میں رہتی ہے

تمھاری روشنی جوں جوں مناظر میں اترتی ہے
ہماری آنکھ ہر منظر پہ حیرانی میں رہتی ہے

جہاں ہر شخص جعلی ہو، وہ جعلی ملک ہوتا ہے
ممالک کی حقیقت روحِ انسانی میں رہتی ہے

میں رنگوں کے توازن ہی سے دیوانہ نہ ہو جاؤں
کہ میری روح واحد ایک دیوانی میں رہتی ہے

☼

ذرا سن تو سہی! اندر ترے سرگم ہی سرگم ہے
تری ہستی میں پوشیدہ ہنر ہی اسمِ اعظم ہے

تمھارا قہقہہ، جو رقص کا پہلا صحیفہ ہے
ہمارا عشق اس میں بےخودی کا پہلا کالم ہے

تمھارے جسم سے میرا تعفن اٹھ رہا ہے جو
یہ میری یاد ہے، اور یاد بھی شدت سے برہم ہے

خبر ہے تو براہیمِ زمانہ بن کے ابھرے گا
سنا ہے تیرے اندر آگ والا عشق سالم ہے

بساطِ عشق میں جس چیز کو ہیجان کہتے ہو
وہ برقی رو تجسس کے پیادوں کی دمادم ہے

وہی خانے جہاں شطرنج کی چالیں بھی بکتی ہیں
انھی خانوں میں بازی ہارنے والے کا ماتم ہے

یہاں سب کاغذی الفاظ کی تدفین ہوتی ہے
کتب خانہ نہیں، مردہ کتابوں کا جہنم ہے

اتر آئی ہے میری آنکھ میں جو موتیا بن کر
صحیفے کی سیاہی دید کے امکاں پہ کا نڈم ہے

مرا ایمان اصلی عشق سے پہلی ڈورژن* ہے
توجہ میری اپنے عشق پر واحد جو کم کم ہے

---

*Diversion

☼

رنگوں کو ممکنات پہ جامع عبور ہے
تخلیقِ کائنات کے پیچھے شعور ہے

مابین فرش و عرش کے جتنا فتور ہے
یہ دل اسی نظام کا پرزہ حضور ہے

چمکا ہے سبز سبز، وہ جگنو ضرور ہے
از حد غلیظ شخص کے چہرے پہ نور ہے

پیچیدہ، خود پسند، سراپا غرور ہے
حیرت ہے اس کے پاس بھی کشفِ قبور ہے

پنڈورہ بکس دین کا کھولا تو یوں لگا
میرا وجود قدسی کرپشن سے چور ہے

گھونگے کی چال سست ہے لیکن زمین پر
اس کی گرفتِ پا میں فلک کا شعور ہے

گرگٹ کی کیفیات میں ٹھہراؤ یوں نہیں
پیکر تمام عرش کے رنگوں سے چور ہے

آنکھوں کے حاشیوں میں جو ابہام نقش تھا
پلکوں کے درمیان وہ بین السطور ہے

واحد دماغ ساز کو مطلق خبر نہیں
ہر شخصیت کی اصل تہِ لاشعور ہے

☼

امر کی بیل جو دیوار پار کرتی ہے
شکست و ریخت ہے، نقش و نگار کرتی ہے

پروں کو جھاڑ کے گرد و غبار کرتی ہے
سہاگ رات ہے، تتلی شکار کرتی ہے

عمل کو بارہا دہرانا اسمِ اعظم ہے
سو دائروں کو وہ سیدھا شمار کرتی ہے

ہماری بیسیوں حِسّیں جگا رہا ہے کوئی
خبر نہ تھی ہمیں انگڑائی وار کرتی ہے

شکم کی آگ سے جزوی سی سرکشی کر کے
خدا کے ساتھ طوائف ادھار کرتی ہے

شریر آگ کو پہلو میں گدگدی کر کے
ہوا چراغ پہ خود کو نثار کرتی ہے

شجر کا خاک میں ملنا، تمام ہو جانا
خزاں وجود کو ایسے بہار کرتی ہے

تمھاری ذات کے اندر جو ٹمٹماہٹ ہے
تمھاری روشنی چیخ و پکار ؎ کرتی ہے

ہوا ہمارے تعاقب میں چل پڑی واحدؔ
ہماری آگ لطافت کا وار کرتی ہے

؎ مہند و مفرّس ترکیب میں یہ شتر گربگی ضرورتِ شعری کے ساتھ گوارا کی جا سکتی ہے۔

☼

وحشی نگاہ سے کبھی میرا غبار دیکھ
تو شیرنی ہے، بھیڑیا کر کے شکار دیکھ

جو تجربے کا شوق ہے پروردگار دیکھ
سنجیدہ ذہن میں کبھی سرکس اتار دیکھ

حبِ علی کا رنگ ہے، کالا گلاب ہے
بس آنکھ بھر کے مست ہمارا بھی یار دیکھ

کالے گلاب! جنگلی لہجہ نہ کر شدید
عاشق مگس پہ وصل کا طاری خمار دیکھ

بازو مگس پہ کھول یوں بوسے نہ تنگ کر
کالے گلاب! شہد میں پروردگار دیکھ

کالے گلاب! میں نئے خوابوں کا آرکیٹکٹ*
تازہ گلاب خواب سبھی طرح دار دیکھ

ہوتا ہے ہر دماغ میں ہی کیمیائی رقص
غصّہ، خوشی، سکون، تجسس، خمار دیکھ

مرتے ہوئے نجوم کے گرد و غبار میں
سسٹم* سے روشنی کا مکمل فرار دیکھ

واحد بشر کے ورچوئل* بازو ہزار ہیں
خودکاریوں کا فیض مجھے شاخ دار دیکھ

Virtual* System* Architect*

☼

فصیل جسم کے اندر یہ حملے کیمیائی
بدن میں ہونے والے سارے دنگے ارتقائی

مرا لمحہ، مرے ہونے کا لمحہ ہے خدائی
اکائی وقت اکائی ہے، اکائی وقت اکائی

مرا لمحہ، ہے لمحہ غیر سے جو ماورائی
اکائی عشق اکائی ہے، اکائی عشق اکائی

مرے لمحے کا ہمسر دوسرا لمحہ نہیں ہے
یہ میری زندگی کا نقطۂ ہائے انتہائی

سنا ہے سانس لینے سے محبت مر گئی ہے
وہ نازک شے جہانِ خاک سے تھی ماورائی

دھمالیں ڈالتے مہرے، یہ دنگل صوفیانہ
جنون و عقل کی شطرنج پر ناچے خدائی

درونِ رحمِ مادر پیکجنگ* تکنیک واحد
سراسر کبریائی ہے، سراسر کبریائی

---

* Packaging

☼

خرد کی تابکاری سے پیالہ بھر کے لا جوہر
بدلنا چاہتا ہے ماہیت میں اب مرا جوہر

میں وہ ذرّہ ہوں جس کو جوہری فِکشن* میں ڈھلنا ہے
مرے ہونٹوں کو چومے جائے ہے بے ساختہ جوہر

وہی ذرّے جو بالکل غیر جانب دار رہتے ہیں
وہی آزاد غافل صوفیا، بپھرا ہوا جوہر

جسے تم عاجزی سمجھے ہو، پہلا عشق ہے۔۔۔ پہلا
کبھی دیکھا ہے عاجز، پرسکوں صوفی نما جوہر؟

شعاعیں خودکشی کر لیں گی اور ذرّات بدلیں گے
پھٹے گا جب جنوں والو! جنوں میں مبتلا جوہر

بدن کا رنگ چنگاری کا خفیہ استعارہ ہے

ہماری ذات میں صدیوں سے ہے جلوہ نما جوہر

نکالا خلد سے اس بات پر اللہ والوں نے

مرے ادراک نے بیتاب ہو کر چکھ لیا جوہر

افق والو! بنفشی روشنی نے خودکشی کر لی

فلک پر پھیلتا جاتا ہے کالی رات کا جوہر

وگرنہ ذات میں تہذیب کے آثار مٹ جائیں

اتارو خانۂ فکری میں اصلی چیختا جوہر

میں پانی ہوں، مجھے بس آخری ساعت سے خطرہ ہے

وہی ساعت کہ جس کے بعد پورا جم گیا جوہر

میں واحد جوہری ہوں جس کا ہر جوہر سے پردہ ہے

مگر یہ منطقی انکار والا سر پھرا جوہر

٭

غصہ، سرور، کیف، عقیدت خمار عشق
بھیجے میں کیمیائی دھمالیں ہزار عشق

مرشد کو دیکھ، قلب سے اوّل پکار عشق
پھر سانس لے سکون کی اندر اتار عشق

باہر کا سلسلہ نہیں اندر کی گیم* ہے
عین الولی کا دائرہ ہے تابکار عشق

پھیلا ہوا ہے وسعتِ یزداں لیے ہوئے
برگد بزرگ دیوتا کا شاخ دار عشق

لیلیٰ کو بند آنکھ سے ہی بار بار دیکھ
مجنوں مثال عشق ہے سو بار بار عشق

نکلی ہے پُول* سے جو نچڑتی ہوئی ندی
ہے نیم وا سی، تو لیے میں آبشار عشق

لیٹا ہے زعفران سے جو بال کھول کر
لاغر شجر سے فاحشہ کا پیچ دار عشق

واللہ منہ کو شیرنی کے لگ گیا لہو
نکلے گی جان بیشتر از جاندار عشق

واحد ہماری دوستی پرکارِ عشق ہے
تنگ و بسیط دائروں میں سارے یار عشق

Pool* Game*

☼

تجربہ اندر ہی اندر جاودانی ہوگیا
اور تخیل دھیرے دھیرے لامکانی ہوگیا

زعفراں کے پھول میں جو قرمزی شعلہ اٹھا
عشق تھا، جو زرد ہو کر زعفرانی ہوگیا

عشق کے اندر کہیں منتھال* کی تاثیر ہے
میرا لہجہ سرد ہو کر آسمانی ہوگیا

بات کرتی تھیں شعاعیں، عشقِ دقیانوس کی
میرا لہجہ بھی سمٹ کر پھر زمانی ہوگیا

دیکھ سکتی ہیں شعاعیں عشق کی اندر کے راز
عشق میرا رفتہ رفتہ جاودانی ہوگیا

آپ کے ایمان میں نفرت کی گیما ریز* ہیں
دور ہی سے عشق میرا جل کے فانی ہو گیا

عنکبوتی تار سے کر کے رفو پتھر میں کاج
پیرِ گردوں پردہ ہائے درمیانی ہو گیا

سائنسی نقطہ نظر سے عشق ناممکن نہیں
دو ستاروں میں اگرچہ ناگہانی ہو گیا

آگ واحدؔ پانیوں میں ڈوب کر بیٹھی رہی
شرم کے تیزاب سے جل کر میں پانی ہو گیا

☼

تمام حِسّیں ملا کر شراب بنتی ہے
اسی میں ڈوب کے تتلی گلاب بنتی ہے

ملاؤ سوڈا* مبارک، حباب بنتی ہے
ہمارے جام میں جوگن شباب بنتی ہے

سکڑ چکی تھی جو بارش میں بھیگ کر تتلی
وہ زعفران پہ ٹپ ٹپ شہاب بنتی ہے

بلیک ہول* کی تقلید میں کلی مرشد
شعاعیں چوس کے کالا گلاب بنتی ہے

وہ جسم غسل کی نیت سے کھول دیتی ہے
ہماری آگ جہاں آفتاب بنتی ہے

تمھارے پوز* میں غصہ، خوشی، تجسس ہے
تمھاری فوٹو جبھی لاجواب بنتی ہے

مزاح بینِ سطوراب چھپا دیا جائے
ہماری حسِ لطافت عتاب بنتی ہے

بنا خلوص کے تسبیح چار دانے ہیں
خشوع ساتھ ہی گنتی ثواب بنتی ہے

تمام سانسیں بدن سے اتار کر واحدؔ
کمال بائیو گرافی* کتاب بنتی ہے

Biography*   Pose*   Black hole*   Soda*

☼

تو، خدائے معتبر اور من فقیر
آنکھ کا پردہ، نظر اور من فقیر

آفرینش اور عذابِ لازوال
اک جنونِ مختصر اور من فقیر

کچھ فرشتے اور خدائے لم یزل
کچھ ستارے دربدر اور من فقیر

فکر، ملٹی ورس* اور پیرِ فلک
عشق، اندر کا سفر اور من فقیر

اُف یہ مِلکی وے* کی مقناطیسیت
نجم و ثاقب، تو، قمر اور من فقیر

کبریا کی* سے لطافت پا گئے
رات کا پچھلا پہر اور من فقیر

دشت میں منفی شعاعوں کی دھمال
گالیاں، سہمے شجر اور من فقیر

شام تک دونوں ہی بوڑھے ہو گئے
روشنی کا جانور اور من فقیر

عاجزی تابوت لہجوں میں حنوط
خود پرستوں کا نگر اور من فقیر

آنکھ میں ہیں چشم پوشی کے نشاں
جل گیا پردہ، نظر اور من فقیر

آنکھ واحد بحرہِ مردار ہے
جل، نمک، مدوجزر اور من فقیر

Karaoke* Milkyway* Multiverse*

نئی نئی ہے ہماری آنکھوں میں شوخ چنچل ہری جوانی
وضو کریں گے؟ میں لا رہا ہوں سفید آنکھوں کا سبز پانی

جو اپنی آنکھیں نچوڑ دوں تو ہزار رنگوں کے عکس نکلیں
کوئی ازل سے بھی اُس طرف کا، کوئی زمانی، کوئی مکانی

ہمیں ہیں رنگوں کے جدِ امجد، ہمیں امامِ زمانِ آخر
ہماری خواہش پہ مکس ہوتے ہیں زرد، احمر یا آسمانی

ہماری آنکھوں کا ذائقہ جب برش کے ریشوں میں سرسرایا
نحیف رنگوں کو کینوس پر عطا ہوا عکسِ جاودانی

ہمارے افکار میں توازن بڑی نفاست کے ساتھ آیا
گئے زمانوں کے دشت جھیلے، نئے زمانوں کی خاک چھانی[۱]

ہمارا اندازِ فکر مثبت ترین رنگوں میں ڈھل چکا ہے
ہمارے لہجے کا زیر و بم ان عظیم رنگوں کی ترجمانی

ازل سے پہلے تمام رنگوں کو خوف آتا تھا پھیلنے سے
اسی وجہ سے رکی ہوئی تھی زماں کے پرزوں کی یہ روانی

میں اس کا بندہ بنوں گا جس کو ''تمام رنگوں سے پیار ہو گا''
سنا ہے میں نے یہ قدسیوں سے کہ رنگ سارے ہیں آسمانی [۲]

سفید و اسود میں غرق بھیجے، بجھے ہوئے استخوان واحد
فراش ذہنوں کی حد سے باہر جدید رنگوں سے چھیڑ خانی

۱۔ اس شعر میں محترم عزم بہزاد کے شاندار شعر سے استفادہ کیا ہے۔ ان کا شعر ہے:

ہمارے لہجے میں یہ توازن بڑی صعوبت کے بعد آیا
کئی مزاجوں کے دشت دیکھے کئی رویوں کی خاک چھانی

۲۔ اس شعر میں اقبالؔ کے دو اشعار سے استفادہ کیا ہے:

خدا کے عاشق تو ہیں ہزاروں، بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے
میں اُس کا بندہ بنوں گا جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہو گا
نکل کے صحرا سے جس نے روما کی سلطنت کو اُلٹ دیا تھا
سُنا ہے یہ قُدسیوں سے مَیں نے، وہ شیر پھر ہوشیار ہو گا

☼

مرے ذرّات کو اکسا علی الاعلان مرشد
زمانی فیبرک* میں جھول اور ہیجان مرشد

ستارہ! جیسے کوئی نور کا زندان مرشد
یہ ملٹی ورس* ہے اللہ کی میزان مرشد

تمھاری آنکھ اندر عکس ہے فوٹان* مرشد
یہی بہروپیا ہے نور کا سلطان مرشد

زمیں فلٹر* ہے، اس فلٹر کے سب امکان مرشد
سمندر کی تہوں میں بھی ہیں ریگستان مرشد

تمھارے بال زیرِ آب شمسی روشنی میں
تہِ قلزم دھمالیں ڈالتے مرجان مرشد

تو اپنی ذات میں سمٹا اکائی بن چکا ہے
یہاں پھیلا ہوا ہے جوہری سامان مرشد

فِشن* ذرّات کا ہجرِ حقیقی پیر سائیں
فیوژن* وصلِ روحِ ذرّہ و رحمان مرشد

مرا ہر ایک ذرّہ منفرد سائے کا حامل
زمانی دھول میں سائے مری پہچان مرشد

اگرچہ رنگ گہرے سب ہیں حدّت خور واحد
ذرا مجنوں بنا کر چھوڑ یہ فوٹان مرشد

---

*Photon *Multiverse (Fabric of time) *Fabric
*Fusion *Fission *Filter

☼

دائرہ کارہوں میں، حدِ ادب! ایک طرف!
سبز رب ایک طرف، کالا غضب ایک طرف

سنسنی ایک، جہنم مگر اپنا اپنا
ابوجَہل ایک طرف، جبکہ لہب ایک طرف

معجزے ٹیڑھے دماغوں کی دھمالیں ہوویں
نارمل ایک طرف، ٹیڑھے عجب ایک طرف

تین پتی میں یوں جوکر نہیں کودا کرتے
بادشہ گھات میں، اِکّے کا غضب ایک طرف

میں یوں مرشد سے علیحدہ نہیں ہوتا لیکن
روشنی ایک طرف، اس کا سبب ایک طرف

تو نے روٹی کا نوالہ نہیں بھگتا شاید
تجربہ ایک طرف ساری کتب ایک طرف

زندگی غیر مساوات کی صورت واحد
دل ادھر جبکہ توازن کا سبب ایک طرف

نظمیں

گزرتا وقت خالص ہے

عجائب خانۂ ذاتِ فقیراں

گزرتا وقت خالص ہے

مجھے لمحے دکھائی دے رہے ہیں

یہ لمحے قامتِ زیبا کے حامل

مگر کچھ ماسوا لمحے

ادھورے جرم کی بکھری ہوئی تدوین کی صورت

کسی نوخیز وحشی جذبہ ہائے جنس کی تسکین کی صورت

غدودں سے نکلتے قطرۂ نمکین کی صورت

گزرتا وقت خالص ہے

مجھے لمحے دکھائی دے رہے ہیں

خدا کے نور کے اندھے تعاقب میں

کئی میلے کچیلے

فطرتاً بے باک سے لمحے

درونِ ذات بیٹھے، مومنو! چالاک سے لمحے

خرد کے سارے خانوں کا کبھی معقول ہو جانا

خدا کے آسماں کا ایک لمحے دھول ہو جانا

وہ لمحہ جب خدا نے جوہری دانہ بنایا تھا

وہ پہلا جوہری دانہ

دلیلِ ذاتِ ربانی

وہی آدم، وہی ابلیس، وہ ترکیب ایمانی

وہ مادی، غیر مادی ہر کثافت، ہر لطافت کا

اکیلا جزوِ امکانی

مجھے لمحے دکھائی دے رہے ہیں

وہ لمحے

جن کے اندر قابلیت کے ستارے، سارے سیارے

توازن کی شکست و ریخت سے محفوظ ہو جائیں

خدا کی ذات سے بچھڑے

کئی لمحوں کا امکانات میں تحلیل ہو جانا

اور اس کے بعد

پھر تاریخ میں تبدیل ہو جانا

گزرتا وقت خالص ہے

مجھے لمحے دکھائی دے رہے ہیں

کئی لمحوں کا استغراق میں مرکوز ہو جانا

حقیقی فکر ہے ربِ اجعلنی

حقیقی فکر ہے ایمانِ کامل

مجھے لمحے دکھائی دے رہے ہیں

گزرتا وقت خالص ہے

توازن ۔۔۔

وقت کا پیہم توازن

گزرتا وقت خالص ہے

فضیلت، حکمت و دانش

توازن ۔۔۔

سمٹتی ذات کا امکان ۔۔۔ جوہر

ایک فن پارہ ۔۔۔

کسی فن کار کا عکسِ حقیقی

نئے لمحوں کی سرگوشی

جنھیں فن کار کے معقول ہاتھوں نے تراشا ہے

گزرتا وقت خالص ہے

مجھے لمحے دکھائی دے رہے ہیں

یہ لمحے جوہری معراج کے حامل

ملائم، ریشمی

روشن، چراغِ طور کی صورت

جنھیں تخلیق سازی کی جدیدہ صنعتوں کے ارتقائی کارخانوں کو چلانا ہے

جمودِ وقت میں جامد زمانوں کو چلانا ہے

مفکر تھک گیا ہے

مفکر تھک گیا ہے، عالمِ بالا نہ رک جائے

فلک کے نیلگوں پرزے

رگڑ کھاتے ہوئے، گھس گھس کے استغراق میں اٹکے

فرشتوں کے پروں پر ابرقی زنگار لگتا ہے

خدا سہما ہوا

اندیشگاں کی صف میں رقصاں ہے

خدا نے

پیر میں گنگرو نہیں باندھے

اگرچہ

آسماں سے نور والے گھنگروؤں کے ساتھ اترے تھے

یہ گھنگرو اب مفکر کا مقدر ہیں

یک مصرعی: لاؤڈ سپیکر

خدا اونچا نہیں سنتا

کباڑ خانہ

وہ ردّی چیزوں کو

خاص کونے میں پھینکتا تھا

خدا کا ذاتی کباڑ خانہ

مرے گناہوں سے بھر چکا ہے

جو اپنے ہونے سے بے خبر ہے

جو اپنے ہونے سے بے خبر ہے

وہ اپنے ہونے کا کیا جواز اپنے ساتھ لائے

جسے نگاہوں کی تیرگی نے

خلا کی اندھی، سیاہ، تاریک

کالی گھاٹی

میں جھونک ڈالا۔۔۔

خلا کی اندھی، عظیم گھاٹی۔۔۔

کہ جس کے اندر کی روشنی بھی

پلٹ کے

اس کے سیاہ مرکز کو لوٹ جائے

جو اپنے ہونے سے بے خبر ہے

دروں میں پوشیدہ

اس مقدس

سیاہ گھاٹی

کے کل تجاذب سے بچ نکل کر

وہ کیسے فردا کے راز لائے!

اختصار زدہ نظم

خدا کی ذات پر

صورت گری اچھی نہیں لگتی

خدا صورت زدہ ہو کر، برہنہ لگنے لگتا ہے

یک مصرعی: نور سے آگے نکلنے کی سزا*

بندہ اندھا ہو جاتا ہے!

* منیر نیازی کی یک مصرعی، ''ویلے توں اگے لنگن دی سزا'' سے متاثر ہو کر۔

موہیتو : چالیسویں بہار کا ناسٹیلجیا

جانِ من !

اک پیمانے کی بیتی ہے

جانِ من !

کچھ پودینے کے پتے ہیں

جانِ من ! کچھ لائیم کے ٹکڑے ڈالے

موٹا موٹا پیس

کچومر کر ڈالا

چاندی جیسی چینی کا شیرہ کچھ کچھ

جی بھر کر جب برف نچھاور کر ڈالی

ٹھاہ ! ٹھاہ !

کی آواز سے کھولی بوتل اور

سوڈا واٹر سے پیمانہ جھیل کیا

پہلا سِپ !

اور ہونٹوں پر پہلا بوسہ !

یک مصرعی

سیاہی سے نہیں لکھنا، مجھے تم روشنائی دو

رقصِ قلم

قلم فروشی کے سلسلے میں
خبیث روحیں
عظیم بن کر ہی ناچتی ہیں

مفکر سوچتا ہے

مفکر سوچتا ہے

یہ طوقِ حکمرانی جب خدا کے سر سے اترے گا

خدا کافر نہ ہو جائے

خدا کعبہ نہیں جاتا

خدا کعبہ نہیں جاتا

خدا کعبہ نہیں جاتا، خدا چھپ چھپ کے ڈرتا ہے

کہیں کافر مفکر

ان خدائی شعبدوں کے

کاروبارِ سود کو بے سود کر ڈالے

خدائی شعبدے

جن پر ہوس کاری کا پہرہ ہے

مفکر

ان خدائی شعبدوں کو معجزہ کہنے سے ڈرتا ہے

یک مصری: آسماں کی موت

تاروں کے درمیان تھی نفرت بھری ہوئی

عظمت

میں بازاری حقیقت ہوں

کبھی میں آسماں سے روشنی کے ساتھ اتری تھی

اگرچہ

روشنی

انسان کی جامع حقیقت ہے

مگر ہر شخص انوارات کا جاذب نہیں ہوتا

تخلیقی عمل

مصور سوچتا ہے!

مصور سوچتا ہے!

اسے خواہش کا رنگِ انتہا ایجاد کرنا ہے،

نئے رنگوں کا سنگم

وقت ۔۔۔

وجودی کیفیت بھی لا وجودی حد کو چھوتی ہے

کئی لمحے، تکونی زاویوں کو ماپنے بیٹھے

تکونی زاوئے جن میں

حیات و موت، امکاناتِ آخر

مصور کو

شعوری رنگ

امکانات سے ماخوذ کرنا ہیں

تعجب حالتیں بدلے نہ بدلے

ادھوری خواہشیں پروردگاری ہو نہیں سکتیں

ادھوری خواہشیں۔۔۔لیکن۔۔۔

مصور ساز ہوتی ہیں

مصور

اپنے فن پارے کا اکلوتا خدا ٹھہرا

جسے ''کن'' ناتی آوازوں کا پیشہ کرنا آتا ہے

اسے تصویر سازی کی

خصوصی لذتوں کو

کینوس کے ریشہ ہائے فکر پر معکوس کرنا ہے

خدائی کام کرنا ہے

امامِ رنگ آلودہ

لغت کی چار سطریں رنگ آلودہ

امامِ رنگ آلودہ

وہ پیچیدہ نگارش

عجب رنگوں کی آمیزش

عجب رنگیں تعفن

.....

اے

مادرزاد ننگی عورتوں کے چاہنے والے

ترے مسلک کا پروردہ

خدا کافر نہ ہو جائے

ترے بے ارتقا لمحے

حضوری جن کا حاصل ہے

مگر

وہ پھر بھی حیضہ عورتوں کے حیض کی تلخیص لگتے ہیں

کسی اندھے خدا کی ذات کی تلبیس لگتے ہیں

حضوری نقص آلودہ

حضوری....

ترے رنگوں کا زنگاری تعفن

.....

جمودِ وقت کے مارے

ترے کعبے کی دیواروں کی دیمک لگنے والی ہے

وہم

شعورِ ذاتِ ربانی

بشر کی ذات کے امکان سے پہلے نہیں ہوتا

خدا جب وہم بن جائے

تو اپنی ذات کا انکار واجب ہو ہی جاتا ہے

میں شاہد ہوں

میں شاہد ہوں خدا بھی چیختا ہے

شبِ تاریک میں ہر صبح کے امکان سے پہلے

جہاں دونوں کی تنہائی اکائی میں بدلتی ہے

خدا بھی چیختا ہے

وہ ان لوگوں پہ برہم ہے

کہ جن کا عشق

اور ذکری مشاغل

کبھی فہم و فراست ہو نہیں سکتے !

یک مصرعی: لمیٹیشنز

عجب معصوم بندے ہیں، خدا کو سُو نہیں کرتے

یک مصرعی

خدا جب خوف بن جائے تو اندر مار دیتا ہے

اکائی اشعار

محمدؐ اندرونی شخص واحد
محمدؐ اندرونی زاویہ ہے

جہاں پر وقت بھی تھم تھم کے دیکھے
وہی معراج کا لمحہ ہے سائیں

سامنے مرشد ہمہ تن گوش رہنا چاہیے
سر سے لے کر پاؤں تک خاموش رہنا چاہیے

اشارہ سرخ گو حکمِ الٰہی
سڑک خالی بھی ہو، رکنا ہے سائیں

عالم تمام اپنے تعاقب میں مست ہے
شاید یہ کائنات تری خود پرست ہے

میرے اندر بہت تباہی ہے
اور یہی میری بے گناہی ہے

اندازِ کاروبار سے پہچانا جائے گا
صوفی بھی سبز سبز ہے، ملا بھی سبز سبز

ان جوکروں سے دوستی اچھی نہیں میاں
اِکّا ہے تو بھی تاش کا، کچھ تو خیال کر

میری باتوں سے جو دانائی کی بو آتی ہے
اس کو اللہ کا انکار نہ سمجھا جائے

کراماً کاتبیں سر جوڑ کر بیٹھے ہیں کاندھوں پر
پریشاں ہیں، مرا اعمال نامہ بیچ آئے ہیں

لمحۂ موجود سے فرحت نہیں کرتا کشید
اپنی توجیہات کا مارا ہوا لُوزر شدید

قرطاسِ عشق ہاتھ میں بھینچا تو یوں لگا
کاغذ کی سلوٹیں نہیں، تازہ خیال ہے

مضطرب ہے تو اگر تو جوہری دانہ ہوں میں
ذرہ ہائے سست رو ٹکرا کہ دیوانہ ہوں میں

یہ شخصی، غیر شخصی، ہائجینک زاویے سارے
وفا ان سارے امکانات پر ایمان لانا ہے

جسے تو بخش دیتا ہے نا سائیں
اسے دھڑکا لگا رہتا ہے سائیں

سرفروشوں، غازیوں اور شہریاروں کو سلام
کہکشاں کی وسعتوں کے سب ستاروں کو سلام

جھاڑے تمام رنگ معانی سے بیشتر
وہ لفظ بیچتے ہوئے آگے نکل گیا

حاشیہ بردار صوفی شاہ کا خادم بھی ہے
اور وہ اپنے نامۂ اعمال پر نادم بھی ہے

عیسیٰ نہیں صلیب پہ، نے عرش پر خدا
دونوں طرف ہے دیکھ تو زخموں سے چور عشق

خدا عاقل ہے سو وہ عقل کو خود کار رکھتا ہے
چنانچہ عقل امکانات میں تقسیم ہوتی ہے

گھبرا نہیں! کہ نامۂ اعمال صاف ہے
کاہل تمام خیر سے جنت میں جائیں گے

بھیڑیا، حشرات، جگنو، لومڑی
حالتیں سب نیچرل ہیں رات کی

خواہشِ شداد کی تجدید میں
روزمرہ ہے فقط برگِ حشیش

تحلیل ہو گیا ہے وہ کامل سکوں کے بعد
جو ہر ہلاک ہو گیا ترکِ جنوں کے بعد

محسوس کی ہے میں نے بدن میں جو شاک وِیوُ
بعد از وصالِ عشق ستارے کی موت ہے

میں نور بن کے آنکھ میں اترا تو یوں لگا
اس کہکشاں کے وسط میں تاریک نقص ہے

دہکے ہوئے خیال کی حدت سے مست ہوں
عکسِ جمال فکر! میں آتش پرست ہوں

جذب و مستی سے چور مولانا
عقلِ کل ہے خدا کا دیوانہ

جوہر کے سارے دائرے ہی پل صراط ہیں
ذرات گھومتے ہوئے پنجوں کے بل چلیں

پہلے تو اضطراب کو تارہ بنا کے دیکھ
پھر بات کر وصال کی سیارگان سے

تیرہ جبیں پہ شدتِ غم کی لکیر ہے
سوکھا ہوا فلک پہ جو ماہِ منیر ہے

ترا جوہر نئے امکان کے ذرّوں سے خالی ہے
ترے مرکز میں کوئی معجزہ مثبت نہیں ملتا

سُنو! افکار کو اپنے ذرا خودکار رہنے دو
کہ خودکاری خدا کی منفرد ایجاد ہے سائیں

پیادہ بن گیا ہے پیرِ کامل
یہ مہرہ خاک سے اٹھا ہے سائیں

ریشم کے لمس نے ہے مُجھے ریشمی کِیا
ورنہ کرخت شخص تھا کھدّر کی ذات سے

سنیے بہت لطیف ہیں جذبات عشق میں
دیکھیں یوں پل صراط سے گزرا نہ کیجیے

جہالت اس کی ایجادات میں گو سب سے اعلیٰ ہے
نحوست پر بھی اس کا تجرباتی کام باقی ہے

پیروں تلے ہجوم کے کھچنے لگی زمیں
لوگوں نے پل صراط پہ ڈیرے جما لیے

آ جا کمالِ عشق وہی معجزہ کریں!

ہیں کربلا پرست تری قوم کے ولی

☼

وقت کی چادر میں جو ہے جھول سا

آنکھ میں مردہ ستارہ گول سا

☼

میں سلوموشن میں تیرے قلب میں چبھ جاؤں گا

میں عمورِ خاص ہوں، اک عام سا ذرّہ نہیںؔ

ؔ علی شیرانی کی محبت ۔ان کی اجازت سے، ان کے شعر سے متاثرہ علی شیرانی کا شعر جو تحریک کا سبب بنا:

مَیں عَمورِ خاص ہُوں، اور قلب میں جُبھ جاؤں گا　　تُو نے کیا جانا؟؟؟ فقط مَیں عام سا اِک تِیر ہوں؟

متفرقات

☼

بدن فروش کے ہر زاویے میں فاقہ تھا
ہمارا کیمرہ لرزا شٹر گراتے ہوئے

وہ کہکشاں ہے، شکم کا طواف کرتی ہے
بدن کی آگ ستارہ نما بناتے ہوئے

ہماری آنکھ کا پتھر صریح اسود ہے
جلی ہے آنکھ خدا سے نظر ملاتے ہوئے

☼

میں نے خدا کی ذات میں الجھاؤ دیکھ کر
چھوڑا جنوں کو فکر کا برتاؤ دیکھ کر

بارش کی بوند بوند میں یزدانی وسعتیں
سہما رہا میں بوند کا پھیلاؤ دیکھ کر

صفر و اکائی دو ہی حدیں کائنات کی
حیراں ہوں دو جہان کا ٹھہراؤ دیکھ کر

☼

مرے لشکر میں وہ ہے جس کو میرا رب اتارے گا
سنا ہے تو کرائے پر کوئی مرحب اتارے گا

پکاسو کی نظر، لقمان کی حکمت بھی رکھتا ہے
مصور کینوس پر پھر کوئی کرتب اتارے گا

یہ موسیقی، پروں کی پھڑ پھڑاہٹ جبرائیلی ہے
خدا سرمایہ داروں کے لیے مذہب اتارے گا

٭

سبز روحوں سے نکلتی ماساہاری روشنی
بھاپ میں تحلیل کر دیتی ہے آدم کا وجود

ذات سے باہر نکلنا تجرباتی طور پر
آنکھ پر طاری ہے جو وہ ٹوٹ سکتا ہے جمود

اب خدا کے ہاں بھی کوئی معجزہ باقی نہیں
خوب گزرے گی چنانچہ بے قیام و بے سجود

☼

مرشد کو آنکھ مار کے چیلوں نے یوں کہا
بلی نہیں ''حضور'' کے تھیلے میں نور ہے

واللہ پل صراط سے اترے تو یوں لگا
سارا وجود قدسی کرپشن سے چور ہے

☼

دھواں سگرٹ کا ہونٹوں ہی میں بوڑھا ہو گیا ہے
اگرچہ ذائقہ پہلے سے عمدہ ہو گیا ہے

مجھے چھونے سے اس کا رنگ کچا ہو گیا ہے
جسے چھونے سے میرا رنگ گہرا ہو گیا ہے

مرے اعضا شکستہ ہو کے ڈھیلے ہو گئے ہیں
بڑھاپے سے مگر احساس تیکھا ہو گیا ہے

✡

لگاؤ بڑھ رہا ہے رفتہ رفتہ
تہجد فرض ہوتی جا رہی ہے

ذرا شعلے کو ساکن کر سکو تو!
تمھاری روشنی شرما رہی ہے

ستارہ پھٹ گیا ہے خاک دانو
زمیں محور پہ ہی چکرا گئی ہے

مجھے سجدے وبائی لگ رہے ہیں
عبادت روگ ہوتی جا رہی ہے

☼

کتابیں جل رہی ہیں اور فسانہ بن رہا ہے

کلاسک راکھ سے تازہ زمانہ بن رہا ہے

ہزاروں معجزے لمحہ بہ لمحہ پھوٹنے سے

کہیں جا کر غذا کا ایک دانہ بن رہا ہے

انوکھا تجربہ ہے بے نیازی کا توارد

مرے اندر خدا جو غائبانہ بن رہا ہے

مشتری کو جو ذرا رُخ پہ سجانے دیتا
میں ترے تِل پہ نحوست ہی نہ چھانے دیتا

میں تری چال سے رفتار میں ڈھلتا جاتا
تو مری فکر کو رفتار بنانے دیتا

میں نے سیکھی ہے فرشتوں سے یہ آدم خوری
تو فرشتوں کو مرا ماس نہ کھانے دیتا

قطعات

☼

آنکھیں جڑاؤ کاہکشاؤں کے بلیو پرنٹ
باقی وجود جیسے نیبولا کا عکس ہے
واللہ تو مجھے بھی ستارہ بنا کے دیکھ
بارے وصال پیش تجھے نوری شخص ہے

☼

حدودِ ذات کے اندر سمٹ جاؤں تو محفل ہوں
میں اپنے مغز کے اندر نمو پاکر مکمل ہوں
مجھے میری ہی پرتیں کا غذی تشکیل دیتی ہیں
میں اپنی ہی تہوں کی اوریگامی کا تسلسل ہوں

زہرہ، زمین، چاند، عطارد، زحل کے پار
پُتلی نظامِ شمس کا عرضی تراش ہے
میں دائروں میں گھومتا سیارہ ہوگیا
آنکھوں میں اس کے دفن ستارے کی لاش ہے

نیلا سفید قرمزی پیلا ہرا ہوا
اور سبز رنگ سے ہے مقدر ڈرا ہوا
مومن کا رنگ سبز ہے، شیطان سرخ ہے
لیکن یہ سبز سبز ہے نفرت بھرا ہوا

توانائی معلق آب میں ہے
مِرا ہر ایک ذرّہ خواب میں ہے
بکھرتا ہوں تو اندر کو سمٹ کر
وہی خصلت ہے جو سیماب میں ہے

پیاز کی پہلی پرت اور میں
اک نظامِ منزلت اور میں
پیاز کی ذیلی پرت اور اشک
پیرِ گردوں، آخرت اور میں

جو اپنے حال پر قانع ہے وہ درویش ہے سائیں
ذرا تم کھول کر دیکھو، لغت بارِیش ہے سائیں
کئی نسلوں سے یہ تازہ جہانوں میں نہیں اتری
ہمیں اب تازگی کا معرکہ درپیش ہے سائیں

خودکار کاروبار ہے، تازہ زمین ہے
جنت ہو خاک پر تو فرشتہ مشین ہے
جنت کے زاویوں پہ مباحث بہت ہوئے
دوزخ کا ارکیٹیکٹ* معزز ترین ہے

---

*Architect

☼

میں اپنے دل پہ اپنا کان رکھ کر
خدا کے دل کی دھڑکن سن رہا ہوں
ہر اک دھڑکن ستارہ بن رہی ہے
خدا کی دھڑکنیں ہی گن رہا ہوں

☼

مجھے معلوم ہے، ہیجان سے تخلیق پایا ہے
فسادی اوّلیں ایمان سے تخلیق پایا ہے
مرے محبوب کو ظاہر ہے جھلسانا نہیں آتا
مگر وہ جوہری سامان سے تخلیق پایا ہے

لکنت زدہ کمان کے پیچھے بھی کوئی ہے
لگتا ہے اس تھکان کے پیچھے بھی کوئی ہے
ٹیٹو ترے وجود پہ رقصاں ہیں جس طرح
لگتا ہے ہر نشان کے پیچھے بھی کوئی ہے

پوچھا کہ تو کیا چیز ہے
بولا کہ میں ہوں انتہا
پوچھا کہ کیا تو رند ہے؟
بولا کہ رندوں کا خدا

☼

ہماری آنکھ کے پانی میں کودا
یقیں کر درد ہلکا ہو گیا ہے
کثافت عشق کی پکڑی گئی ہے
مکمل کھوٹ باہر آگیا ہے

☼

ہماری روح میں ہے نور خاموش
بہت اندر بہت ہی دور خاموش
اناالحق کی صدائیں مر چکی ہیں
درونِ ذات ہے منصور خاموش

☼

جہاں کے سارے، سب سسٹمز اکائی
ملیں جب صفر اور اِکّا۔۔۔ خدائی
کہیں بھی ''لا'' بنا ''الا'' نہیں ہے
یہ دونوں صورتیں ہیں انتہائی

☼

اٹھتا ہے سرِ دست ستاروں سے دھواں بھی
افلاک میں پیوست ہیں جلنے کے نشاں بھی
بوسیدگی کو چار طرف آگ لگی ہے
پھیلا ہوا ہے روح میں کائی کا دھواں بھی

☼

سانس کو پھندا لگا تو گرد ہو کر رہ گئی
آگ اپنے ہی دھوئیں میں سرد ہو کر رہ گئی
لمحہ لمحہ وقت کو ابیوز کرنے کے سبب
وقت کی رفتار دہشت گرد ہو کر رہ گئی

☼

جو سادہ فکر ہیں وہ حشر کا سامان لاتے ہیں
جلیل المغز بعد از موت ہی ایمان لاتے ہیں
صحیح ایماں ذہانت کی نہایت سادہ حالت ہے
تصنع پاک اور سادہ تریں انسان لاتے ہیں

☼

ہاتھ مٹی میں ڈالنا ہوگا
خود کو زندہ نکالنا ہوگا
بات طاقت کی ہے فقط صاحب
آج سکّہ اچھالنا ہوگا

☼

اپنے اندر سفر ضروری تھا
داخلہ کس قدر ضروری تھا
اپنی منطق مجھے تھی جھٹلانا
غدر اندر مگر ضروری تھا

☼

کیا ہے نفرتوں کو سنکرونائز
میں دینا چاہتا ہوں سرپرائز
مرے اندر اکائی بن رہی ہے
سبھی اجزا ہوئے ہیں موبلائز

☼

دلبری مقصود ہے تو بازوؤں کو کر حطیم
پیرِ ہفت افلاک اندر چار عشروں سے مقیم
خواص اور ترکیب میں دونوں ہی شعلے ایک ہیں
شعلۂ کبر و تکبر، شعلۂ نارِ جحیم

☼

ہمارے ہاتھ میں آئے تو آگ بنتی ہے
ہوا کا حبس نکالو تو راگ بنتی ہے
نمی و درجہ حرارت جہاں مناسب ہو
دہی کی آتما پرچھائیں جاگ بنتی ہے

☼

وہ سیدھا راستہ، اللہ اکبر
مسلسل دائرہ، اللہ اکبر
تواتر اور عمل صالح ، توازن
ولایت آشنا، اللہ اکبر

نعمت علی فوٹو گرافر (مرحوم) کا تصویری خاکہ

اردو شاعری خصوصاً غزل کئی تاریخی مراحل سے گذرتی ہوئی آج تک اپنی حیثیت اور مقبولیت کو برقرار رکھے ہوئے ہے تو اس کی دیگر کئی وجوہات کے علاوہ ایک اہم وجہ موضوعات کی جدت اور زمانی ارتقا کے ساتھ جدید اصطلاحات کے ذریعے تجربات و مشاہدات کو نئے انداز کے ساتھ پیش کرنے کی صلاحیت بھی ہے۔ اگر کوئی شاعر سائنسی فکر رکھتا ہے تو وہ نہ صرف اسی انداز سے دنیا کو دیکھنے کا عادی ہوتا ہے بلکہ اپنے مشاہدات و تجربات کو اپنی شاعری میں پرونے کی کوشش کرتا ہے۔ وحید اختر واحدؔ انھی میں سے ایک ہے۔

وحید اختر واحدؔ کی شاعری میں بیک وقت آپ کو مذہب، تاریخ، تہذیب، آرٹ، ارضیات، جغرافیہ، علم روشنی، فلکیات، کیمیا، علمِ ہیئت، فزکس اور کمپیوٹر سے متعلقہ بے شمار اصطلاحات ملتی ہیں جو نہ صرف اس کی شاعری کو منفرد بناتی ہیں بلکہ پڑھنے والے کو ایک بالکل الگ دنیا میں لے جاتی ہیں۔ وہ سائنسی اصطلاحات کو شاعرانہ کمال سے نہ صرف شعر میں پروتا ہے بلکہ شعر کے حسن کو دو آتشہ کرتا ہے۔ کہیں وہ ان اصطلاحات کو علامت کے طور پر استعمال کرتا ہے تو کہیں اپنے مشاہدات و تجربات کے اظہار کے طور پر اس خوب صورتی سے برت رہا ہوتا ہے کہ روایت اور جدت آپس میں مدغم ہو کر شرابِ نو کی شکل میں ڈھل جاتی ہے۔ سائنسی اصطلاحات کی مدد سے اپنے مشاہدات و تجربات کی ترجمانی طفل تماشا نہیں۔ وحید اختر واحدؔ نے کمال مہارت اور ہنر مندی سے اس اورنگِ سلیمانی کو اپنی شاعری کا حصہ بنایا ہے۔ امید ہے کہ یہ کتاب جدید شاعری میں ایک نئے باب کا اضافہ ثابت ہوگی۔

محمد نور آسی

اسسٹنٹ ڈائریکٹر، قومی ورثہ و ثقافت ڈویژن، کوہسار کمپلکس

اسلام آباد

1st Floor, **Al Wahab Market,**
Ghazni Street,Urdu Bazar Lahore.